رسائل اربعہ

تعلیماتِ امام احمد رضا بریلوی

مرتب: علامہ محمد عبدالمبین نعمانی قادری

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

رسائل اربعہ

تعلیمات امام احمد رضا بریلوی

مرتب:

﴿علامہ محمد عبدالمبین نعمانی قادری﴾

علامہ غلام مصطفےٰ رضوی قاری

ناشر

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

احمد قادیانی پنجابی نے جب نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو سب سے پہلے آپ نے ہی اس کا شدید رد فرمایا، اور اس کے خلاف متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اسی طرح جب روافض نے بھی کبھی سر ابھارا، صحابۂ کرام کی توہین کی، اپنے گمراہانہ عقائد کا پرچار کیا تو اعلیٰ حضرت نے ان کا بھی رد کیا، اور متعدد کتابیں ان کے رد میں تصنیف کیں۔ یوں ہی شیعوں کے ایک فرقہ مفضلہ کا بھی رد فرمایا، جو تفضیلِ علی کا قائل تھا یعنی حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو تمام صحابہ سے افضل بتاتا تھا۔

قرآن پاک کے تراجم تو فارسی اور اردو میں بہت منظر عام پر آئے اور آرہے ہیں مگر آپ نے عشق وایمان میں ڈوب کر جو ترجمۂ قرآن ''کنز الایمان'' اپنے خلیفہ وتلمیذ صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ (مصنف بہار شریعت وفتاویٰ امجدیہ) کے ہاتھوں قلم بند کرایا ہے وہ علوم ومعارف اور عشق ومحبت کا گنجینہ ہے۔ اس کی سطر سطر آپ کے علمی مقام ومرتبے کی سچی تصویر ہے۔ اس ترجمے کو دیکھنے کے بعد تمام دیگر تراجم پھیکے نظر آتے ہیں۔ آپ کا یہ ترجمہ ایک طرف اردو زبان وادب کا شاہکار ہے تو دوسری طرف قرآن حکیم کی صحیح ترین ترجمانی کا منہ بولتا ثبوت بھی اور ایجاز بیانی میں بھی یہ ترجمۂ قرآن اپنی مثال آپ ہے،...... یہ بات بھی توجہ کے لائق ہے کہ آج پوری دنیا میں کوئی ترجمۂ قرآن کثرت اشاعت میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا، دنیا کی کئی زبانوں میں اس کا بھی ترجمہ ہو چکا ہے...... طویل تفسیری مباحث کو چند لفظوں میں سمیٹ کر بیان کرنا بڑے کمال کی بات ہے اور یہ کمال اہل علم کو ''کنز الایمان'' میں جگہ جگہ بکھرا ملے گا۔

شعروادب میں آپ نے جو گل بوٹے کھلائے ہیں۔ اور نعتیہ شاعری کے فروغ میں جیسا کچھ نمونہ چھوڑا ہے، اہل علم عش عش کر اٹھتے ہیں اور وجدان جھوم جھوم جاتے ہیں۔ جس کسی کو امام کے کمال سخن وری کا مشاہدہ کرنا ہو وہ آپ کے مجموعۂ کلام ''حدائق بخشش'' (اول ودوم) کو مطالعہ میں رکھے، اور فیصلہ کرے کہ کیسی کیسی نادر تشبیہات و استعارات سے کام لیا ہے ساتھ ہی عشق ومحبت رسول کی کیسی شمع جلائی ہے، کہ ایک ایک شعر آتش عشق کو بھڑکاتا اور تیز کرتا نظر آتا ہے، ذرا چند اشعار ملاحظہ کریں اور سخن فہمی کا مادہ ہو تو جذبۂ تحسین کو مہمیز دیں۔

مانگوں نعت نبی لکھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ	طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
یوں کھینچ لیجیے کہ جگر کو خبر نہ ہو	کانٹا مرے جگر سے غم روزگار کا
ندی گلے گلے مرے آب گہر کی ہے	دنداں کا نعت خواں ہوں نہ پایاب ہوگی آب
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں	وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں	پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں	پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں	جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا،
یہی پھول خار سے دور ہے، یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں	وہ کمال حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو	پل سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو

حدائق بخشش پڑھتے جایئے اور سر دھنتے جایئے وہ روانی وہ سلاست اور حسن ادا کی وہ کرشمہ آرائی کہ زبان و بیان کو بھی پسینہ آئے، آج کہا جاتا ہے کہ فنکاری اور شریعت کی پاسداری دونوں کا جمع ہونا ممکن نہیں یا بہت مشکل ہے، اس کے جواب میں مذکورہ اشعار پڑھیے اور پھر امام احمد رضا کا یہ شعر سامنے رکھیے جو حقیقت کی غمازی کرتا نظر آرہا ہے۔

جو کہے شعر و پاسِ شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے   لا اسے پیش جلوۂ زمزمۂ رضا کہ یوں

امام احمد رضا کی حیات و خدمات کا تو ہر گوشہ اس لائق ہے کہ اس کو دیکھا پڑھا جائے اور سبق حاصل کیا جائے، مگر امام احمد رضا کے تجدیدی کارنامے بطور خاص ہمیں اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ تجدیدی کارناموں میں سرفہرست یہ بات آتی ہے کہ آپ نے پیارے آقا کی شان میں گستاخی کرنے اور اس کو پھیلانے والوں کو بخشا نہیں اور کوئی بھی عاشق اپنے محبوب کی ناقدری برداشت نہیں کرسکتا، پھر بھی آپ نے جذبۂ اصلاح کے پیش نظر توبہ و رجوع کی دعوت دی مگر صریح کفریات بکنے والوں نے جب توبہ و رجوع میں اپنی شان گھٹتی محسوس کی اور اخذتہ العزۃ بالاثم (اسے گناہ کی ضد چڑھ گئی) کی بنا پر، انا کا شکار ہوگئے اور توبہ و رجوع سے روگردانی کی تو پھر ان پر شرعی حکم لگانا آپ کی دینی ذمہ داری تھی، جسے امام احمد رضا نے بہ احسن وجوہ یعنی اچھی طرح نبھایا۔ بس یہی بات بعض لوگوں کو بڑی ناگوار گزری، اور طرح طرح کے الزامات لگانے شروع کر دیے۔ مولانا کوثر نیازی جو ایک غیر جانبدار شخصیت کے حامل تھے، بلکہ پرکھنے اور سوچ سمجھ کر بات کرنے کے عادی تھے وہ تحریر کرتے ہیں اور سچی بات کہتے ہیں۔

"کہا جاتا ہے کہ امام احمد رضا بہت متشدد تھے، انہوں نے اپنی کتابوں میں بڑے بڑے علما اور اکابر کو کافر ٹھہرایا ہے مگر میں کہتا ہوں یہی ایک بات تو انہیں دوسرے مکاتب فکر کے مقابلے میں ممیز و متشخص (یعنی ممتاز) کرتی ہے، بدقسمتی سے ہمارے یہاں اکثر لوگ انہیں بریلوی نامی ایک فرقے کا بانی سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ اپنے مسلک کے اعتبار سے صرف حنفی اور سلفی (یعنی اسلاف کرام کے نقش قدم پر) ہیں اور بس۔ ان کے مقابلے میں جن لوگوں کو دیوبندی کہا جاتا ہے، فقہی مسلک اور اکثر و بیشتر دوسرے مسائل میں وہ بھی وہی نقطہ نظر رکھتے ہیں جو مولانا احمد رضا خان بریلوی کا ہے، پیری مریدی ان کے ہاں بھی پائی جاتی ہے، فیض قبور کا وہ بھی اعتراف کرتے ہیں، عدم تقلید (غیر مقلدیت) کے وہ بھی مخالف ہیں، امام ابوحنیفہ کی فقہ کو دوسرے تمام فقہی اصولوں پر وہ بھی ترجیح دیتے ہیں۔ اصل جھگڑا یہاں سے چلا کہ ان کے بعض اکابر کی خلاف احتیاط تحریروں کو امام رضا نے قابل اعتراض گردانا، اور چونکہ معاملہ عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد پر انہیں فتووں کا نشانہ بنایا دیکھا جائے تو یہی فتوے امام بریلوی اور ان کے مکتب فکر کے جداگانہ تشخص کا مدار ہیں۔ جس تشدد کی دہائی دی جاتی ہے وہی ان کی ذات کی پہچان اور پوری حیات کا عرفان ہے وہ فنافی الرسول تھے، اس لیے ان کی غیرتِ عشق احتمال کے درجے میں بھی توہین رسول کا کوئی خفی سے خفی پہلو بھی برداشت کرنے کو تیار نہ تھی، دم آخر میں اپنے عقیدت مندوں اور وارثوں کو جو وصیت کی وہ بھی یہی تھی، کہ

"جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنی توہین پاؤ، پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا

ہو جاؤ، جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اسے اپنے اندر سے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو" وصایا شریف

(امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت ص ۱۹، از مولانا کوثر نیازی، مطبوعہ رضا اسلامک مشن، بنارس)

یعنی توہین رسول جس کسی سے صادر ہو وہ اپنا کیسا ہی پیارا اور معظم ہو اسے اپنے سے جدا کرو، دودھ کی مکھی کی طرح اس کو نکال پھینکو، علمائے دیوبند سے علیحدہ کی تلقین بھی اسی وجہ سے ہے کہ ان کے اکابر سے شانِ رسالت میں صریح گستاخیاں واقع ہوئیں اور ان کو توبہ کی توفیق نہیں ہوئی، تو اب وہ کتنے ہی بڑے عالم ہوں عظمتِ رسول کے مقابلے میں ان کی عزت وعظمت نہ دیکھی جائے گی۔ رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی پاس ولحاظ رکھا جائے گا، یہی ایمان کا تقاضا ہے، یہی عشق رسول کا مطالبہ ہے۔

گویا امام احمد رضا عشق رسالت کے داعی تھے اور خود بھی بڑے سچے عاشق رسول تھے وہ فرماتے ہیں۔

جان ہے عشق مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

چنانچہ آپ نے عشقِ رسول کے پرچار اور دشمنانِ مصطفےٰ کی سرکوبی میں کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہ کی اپنی عزت وآبرو کی بھی پرواہ نہ کی، بس اپنے محبوب، محبوب رب العلمین کی مدح وثنا میں رطب اللسان رہے۔ انہیں کا گن گاتے رہے، اور ساری زندگی عظمتِ مصطفےٰ سے کھیل کرنے والوں، ان کی شان میں گستاخیاں کرنے والوں سے نبرد آزما اور برسرپیکار رہے، دراصل آپ کا مطمحِ نظر یہ تھا کہ

فان ابی ووالدتی وعرضی
لعرض محمد منکم وقاء ﷺ

"یعنی میرے ماں باپ اور میری عزت وآبرو، سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناموس کے لیے ڈھال ہیں"

یہ عشق ہی کی کرشمہ سازی تھی کہ زندگی بھر آپ سنت رسول ہی کی دعوت دیتے رہے اور خود بھی سنتوں کے سخت پابند تھے، مردہ سنتوں کا زندہ کرنا بھی آپ کا بڑا کارنامہ ہے، جو سنتیں متروک ہو جاتی ہیں اور شریعت کے جن مسائل پر عمل ترک کر دیا جاتا ہے، ان کی تجدید اور احیا آسان کام نہیں ہوتا پورے ماحول سے ٹکر لینی پڑتی ہے، عوام تو عوام اہل علم سے بھی معاملہ پڑتا ہے جن کی بے توجہی سے یا کسی مصلحت ومداہنت کی وجہ سے سنتیں متروک ہو جاتی ہیں تو پھر ان کی انا کا بھی مسئلہ آڑے آتا ہے اور علم کا طمطراق بھی ان کی پشت پناہی کے لیے میدان میں اتر آتا ہے۔

جمعہ کی اذان ثانی کا خارج مسجد کرانا امام احمد رضا کا ایسا ہی کارنامہ ہے جس کے لیے انہیں بڑے جاں گسل حالات سے دوچار ہونا پڑا، لیکن فتح آخر میں جذبۂ عشق اور ہمت مردانہ کو ہی حاصل ہوئی، کیوں نہ ہو کہ امام احمد رضا عشق میں کامل تو تھے ہی، علم وفن کے بھی ایسے بادشاہ تھے کہ ان کے سامنے نہ ان کے عہد میں کوئی آسکا نہ ہی آج تک ان کا ہم پلہ کوئی نظر آیا۔

امام احمد رضا سنی تھے، اہلسنت کے امام تھے اور سنتوں کے فروغ میں ہمہ تن مصروف بھی، آپ کی زندگی کا گوشہ گوشہ اس کا گواہ ہے، یہی وجہ ہے کہ بدعات وخرافات اور غلط وغیر شرعی رسم ورواج کے سخت مخالف تھے۔ بعض

لوگ جوان کا رشتہ بدعت سے جوڑتے ہیں وہ سخت غلط فہمی کا شکار ہیں یا جان بوجھ کر جھوٹ بولتے نہیں شرماتے۔ ایسے ہی لوگوں پر تنقید کرتے ہوئے مولانا کوثر نیازی رقم طراز ہیں۔

''کیا ستم ظریفی ہے کہ جو بدعات میں شمشیر برہنہ تھا اسے خود حامی بدعات قرار دیا گیا، ان کے افکار و فتاویٰ کا مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ جتنی سخت مخالفت، خلاف پیمبر راہ گزینی (یعنی نبی کے راستے کے خلاف چلنے) کی انہوں نے کی شاید ہی کسی اور نے کی ہو۔ ان کے ایک معاصر حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی نے ''مرشد کو سجدۂ تعظیمی'' کے نام سے ایک کتابچہ لکھا تو امام رضا نے ''حرمت سجدۂ تعظیمی'' کے نام سے اس کا جواب لکھا اور سو سے زیادہ آیات و احادیث سے اسے حرام ثابت کیا''

(امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت، ص ۱۸)

لیکن افسوس کہ آج قبر کے سوداگروں، ہنود اور بعض جاہلوں کے غلط عمل کو امام احمد رضا بریلوی کی طرف منسوب کرنے کا گھنونا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ اور انہیں بدنام کرنے کی ناپاک کوشش کی جا رہی ہے، الحمد للہ اب مطلع صاف ہو رہا ہے۔ حقائق سامنے آ رہے ہیں اور انصاف پسند حضرات اعتراف حقیقت پر مجبور ہو رہے ہیں۔

قبروں پر چراغاں اور چادر کے متعلق موصوف لکھتے ہیں۔

اسی طرح ہمارے یہاں قبروں پر چراغاں کیا جاتا ہے، مگر امام رضا قبروں پر چراغ جلانے کو بدعت قرار دیتے ہیں صرف اس صورت کے جواز کے قائل ہیں کہ جب قبر راستے میں ہو یا مسجد میں اور اس کی روشنی سے مسافروں اور نمازیوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہو، آج کل مزاروں پر منوں اور ٹنوں کے حساب سے چادریں چڑھانے کا رواج ہے اور یہ چادریں عام طور پر وزیروں اور امیروں کی دستار بندی میں صرف کی جاتی ہیں، امام رضا قبر پر صرف ایک چادر چڑھانے کی حد تک اس کے جواز کے قائل ہیں، ڈھیروں چادریں چڑھانے کو بطور رسم جائز نہیں سمجھتے، لکھتے ہیں۔

''جو دام اس میں صرف کریں، ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لیے محتاج کو دیں''

ناواقف لوگ آج کل کی قوالیوں کو بھی امام رضا کے مکتب فکر کی پہچان قرار دیتے ہیں، مگر آپ نے اپنے رسالہ ''مسائل سماع'' میں ان قوالیوں کو ناجائز ٹھہرایا ہے، جنہیں مزامیر کے ساتھ سنا جاتا ہے۔

(امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت، ص ۱۷)

غرضیکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اپنے دور میں پائی جانے والی خلاف سنت تمام روایات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور تمام بدعات و خرافات کے خلاف قلمی جہاد فرمایا۔ تفصیل کے لیے مولانا یٰس اختر مصباحی کی کتاب ''امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات'' کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، جس میں مصنف نے امام احمد رضا قدس سرہ کے فتاویٰ و ملفوظات کی روشنی میں ان سینکڑوں بدعات و منکرات کا ذکر کیا ہے، جن کا امام احمد رضا نے شدید رد فرمایا ہے، پوری کتاب تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہے جس کے مطالعہ سے غلط فہموں کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور الزامات کے تار و پود بھی بکھرتے نظر آتے ہیں۔

اسی مجدد و مصلح اُمت کے ارشادات و تعلیمات کا ایک مختصر مجموعہ ''ارشادات اعلیٰ حضرت'' بھی ہے، جس کو

عام فہم انداز میں تلخیص و ترجمہ کے ساتھ پیش کرنے کی راقم الحروف نے سعادت حاصل کی ہے جو راقم کے ابتدائی دور کے مطالعہ کا خلاصہ ہے، اسے بھی عام کرنے گھر گھر پہنچانے کی ضرورت ہے، تاکہ اس مجدد برحق اور امام عشق و محبت کی تعلیمات عام ہوں اور قوم کی اصلاح بھی ہو سکے۔.....

ذیل میں امام موصوف کے اصلاحی اور تجدیدی کارناموں کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے جس سے انصاف پسند حضرات بخوبی اندازہ لگا سکیں گے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی فکر کیا تھی اور ان کا موقف و مسلک کیا تھا، امید کہ سنی سنائی باتوں کے مقابلے میں حقائق کو اہمیت اور ترجیح دی جائے گی، اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے یہ افکار ان عقیدت مندوں کے لیے بھی درس عبرت و قابل عمل ہیں جو اعلیٰ حضرت سے عقیدت و محبت کا تو خوب اظہار کرتے اور ان کے مسلک کا نعرہ بھی لگاتے ہیں لیکن عمل کے میدان میں بہت پیچھے ہیں، آج افکارِ رضا کو عام کرنے کی بھی ضرورت ہے اور ان پر عمل کرنے کی بھی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اپنے عہد میں جن اصلاحی افکار کو عام کیا تھا ان کو اختصار کے ساتھ ذیل میں بیان کیا جا رہا ہے۔

شریعت و طریقت:

بعض جھوٹے صوفی شریعت و طریقت میں تفریق کرتے ہیں تاکہ ان کو کھل کر بدعملی بلکہ بے عملی کا موقع مل جائے۔ ان کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''شریعت تمام احکام جسم و جان و روح و قلب اور جملہ علوم الٰہیہ و معارف نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ٹکڑے کا نام طریقت و معرفت ہے،..... ولہذا باجماع قطعی جملہ اولیاے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض (پیش) کرنا فرض ہے، اگر شریعت کے مطابق ہوں حق و مقبول ہیں ورنہ مردود و مخذول.....'' (پھر فرماتے ہیں)

طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کی اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباع شرع بڑے بڑے کشف راہبوں جوگیوں سناسیوں کو ہوتے ہیں پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں اسی نار جحیم (جہنم کی آگ) و عذاب الیم (دردناک عذاب) تک پہنچاتے ہیں..... شریعت منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا بلکہ شریعت اس مثال سے بھی متعالی (بلند) ہے۔

تفصیل کے لیے ''مقال عرفا باعزاز شرع و علما'' از امام احمد رضا کا مطالعہ کریں۔ مذکورہ اقوال اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

کفر بکنے والوں کا حکم:

جو کہے ''اگر ہندو ہوتے تو بہتر تھا یہ تیس روزے تو نہ رکھنے پڑتے۔ یا کہے، یہ تیس روزے نہیں پوری قید ہے'' تو اس کا حکم بیان کرتے ہیں:

یہ دونوں شخص یقیناً کافر مرتد ہیں، اگر عورت رکھتے ہوں تو ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں، ان

عورتوں کو اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہیں نکاح کرلیں۔

! یہ کافر اگر توبہ نہ کریں از سر نو اسلام نہ لائیں تو مسلمانوں کو ان سے میل جول حرام، سلام کلام حرام، بیما
پڑیں تو انہیں پوچھنے جانا حرام، مر جائیں تو ان کے جنازے میں شرکت حرام، انہیں غسل دینا حرام، ان پر نماز پڑھ
حرام، ان کا جنازہ کندھے پر رکھنا حرام، جنازے کے ساتھ جانا حرام، مقابر مسلمین (مسلمانوں کے قبرستان) میں دفن
کرنا حرام۔ (فتاوی رضویہ، ج۶/۱۲۹

فاسق میلاد خواں کا حکم:

تارک نماز، شرابی، داڑھی کتروانے یا منڈوانے والے اور موضوع روایات بیان کرنے والوں سے میلا
شریف پڑھوانا اور ان کو منبر پر جگہ دینا کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

افعال مذکورہ سخت کبائر ہیں۔ ان کا مرتکب اشد فاسق و فاجر و مستحق عذاب یزدان و غضب رحمن۔ انہے منبر
و مسند پر کہ حقیقۃً مسند حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے تعظیماً بٹھانا اس سے مجلس پڑھوانا، حرام ہے۔ روایات
موضوعہ پڑھنا بھی حرام، سننا بھی حرام ایسی مجالس سے اللہ عزوجل و حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمال ناراض ہیں
ایسی مجالس اور ان کا پڑھنے والا اور اس حال سے آگاہی پاکر بھی حاضر ہونے والا سب مستحق غضب الٰہی ہیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۰، ص ۲۱۸

کسی کو بے ثبوت کافر کہنا سخت گناہ:

بعض لوگ معمولی معمولی بات پر کفر و شرک کا حکم لگا دیتے ہیں، ایسوں کے بارے میں فرماتے ہیں،
بے ثبوت وجہ کفر کے مسلمانوں کو کافر کہنا سخت گناہ عظیم ہے بلکہ حدیث میں فرمایا کہ وہ اسی کہنے والے پر
پلٹ آتا ہے۔ (احکام شریعت حصہ سوم)

کفار کے میلوں میں جانا:

ہندوؤں کے میلوں دسہرہ وغیرہ میں جانے کی بابت فرمایا......

ان کا میلہ دیکھنے کے لیے جانا مطلقاً ناجائز ہے،...... اور اگر تجارت کے لیے جائے، اگر میلہ ان کے کفر
و شرک کا ہے جانا، ناجائز و ممنوع ہے کہ اب وہ جگہ ان کا معبد (مندر) ہے اور معبد کفار میں جانا گناہ ...... اور اگر (میلہ
لہو و لعب کا ہے اور خود اس سے بچے نہ اس میں شریک ہو نہ اسے دیکھے نہ وہ چیزیں جو ان کے لہو و لعب ممنوع کی ہوں
بیچے تو جائز ہے پھر بھی مناسب نہیں کہ ان کا مجمع ہے، ہر وقت محل لعنت ہے تو اس سے دوری ہی میں خیر، اور اگر خو
شریک ہو یا تماشا دیکھے یا ان کے لہو (ناجائز کھیل) ممنوع کی چیزیں بیچے تو آپ ہی گناہ و ناجائز ہے۔

(عرفان شریعت اول، ص ۲۷-۲۸)

سجدۂ تعظیمی کی حرمت:

غلط فہمی پھیلائی جاتی ہے کہ بریلی والے قبروں کو سجدہ کرتے ہیں، ہو سکتا ہے کچھ لوگ کرتے ہوں مگر تاجدا

بریلی امام احمد رضا قدس سرہ اس کے ہرگز قائل نہیں، نہ ان کے ماننے والے ایسی حرکت کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں۔

مسلمان! اے مسلمان! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان! جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عز جلالہ کے سوا کسی کے لیے نہیں، اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مبین و کفر مبین (کھلا کفر) اور سجدہ تحیت (تعظیم کا سجدہ) حرام و گناہ کبیرہ بالیقین، اس کے کفر ہونے میں اختلاف علمائے دین، ایک جماعت فقہا سے تکفیر (کافر کہنا) منقول اور عند التحقیق کفر صوری (یعنی صورتاً کفر) پر محمول

صحابہ کرام نے حضور کو سجدۂ تحیت کی اجازت چاہی اس پر ارشاد ہوا کہ کیا تمہیں کفر کا حکم دیں معلوم ہوا کہ سجدۂ تحیت ایسی قبیح چیز ہے جسے کفر سے تعبیر فرمایا جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے سجدۂ تحیت کا یہ حکم ہے پھر اوروں کا کیا ذکر (الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیہ، ص ۵، ۱۰ مسائل میرٹھ)

شرافت قوم پر منحصر نہیں

بہت سے لوگ اپنی قوم اور برادری پر فخر کرتے ہیں اور اس شرافت عرفی کو بنیاد بنا کر دوسرے مسلمان بھائیوں کو ذلیل سمجھتے ہیں، اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

شرع شریف میں شرافت قوم پر منحصر نہیں، اللہ عز وجل فرماتا ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تم میں زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقویٰ رکھتا ہے۔ ہاں! در بارۂ نکاح اس کا ضرور اعتبار رکھا ہے (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۰۵)

اس سلسلے میں مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ ج ۵/ ۹۲، ۷، جلد ۳/ ۲۰۰، ۳۴۶، الملفوظ اول ص ۱۰

محرم و تعزیہ داری

تعزیہ کی اصل تو اس قدر تھی کہ روضہ امام عالی مقام سید الشہدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نقشہ بنا کر تبرکاً گھروں میں رکھا جاتا جیسے مدینہ طیبہ روضہ سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشے جیسے یہ جائز وہ بھی جائز لیکن روضہ امام کے نقشے کے ساتھ طرح طرح کی خرافات نے اس کو ممنوع و ناجائز بنا دیا، مثلاً اس نقشہ روضہ امام کو قبر عالی مقام سمجھنا، اس سے مرادیں مانگنا اس کے سامنے جھکنا، اس کا طواف کرنا، باجے تاشے سے اس کا جلوس نکال سال اسے مصنوعی کربلا لے جا کر مال ضائع کرنا، نوحہ خوانی وسینہ کوبی، اور پھر اب نقشے بھی ایسے بنائے جاتے ہیں جو روضہ امام عالی مقام سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے نئی نئی تراش اور من گڑھت شکلیں بنالی گئی ہیں اور ان کو روضہ امام کہا جاتا ہے اس قسم کی تعزیہ داری ظاہر ہے کہ ناجائز ہے کوئی بھی عقل و ہوش والا اس کے جواز کا قائل نہیں۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی اس کو ناجائز کہا اور اس کے خلاف فتویٰ دیا۔ ملاحظہ ہو رسائل اعلیٰ حضرت، بدر الانوار رسالہ تعزیہ داری اور فتاویٰ رضویہ جلد دہم اور الملفوظ شریف جلد دوم ص ۸۷، عرفان شریعت، ص ۱۶، وغیرہ۔

(۱) بعض سنت و جماعت عشرۂ محرم (محرم کے دس دنوں) میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں کہتے ہیں بعدِ دفنِ تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔

(۲) دس دن کپڑے نہیں اتارتے۔

(۳) ماہ محرم میں کوئی شادی بیاہ نہیں کرتے۔

(۴) ان ایام میں سوائے امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے۔

یہ جائز ہیں یا ناجائز   تو جواب دیا۔

پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے، اور چوتھی بات جہالت ہے ..... ہر مہینے میں ہر تاریخ میں ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہو سکتی ہے۔ (احکام شریعت اول، ص ۵۷)

قوالی مع مزامیر

ڈھول سارنگی کے ساتھ قوالی کا حکم پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا۔

ایسی قوالی حرام ہے حاضرین سب گنہ گار ہیں، اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے، اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے، یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف (کمی) ہو الخ۔ (احکام شریعت اول، ص ۲۹)

یہ پورے چار صفحات پر مشتمل تفصیلی فتویٰ ہے جو دلائل سے پُر ہے، علاوہ احکامِ شریعت کے فتاویٰ رضویہ جلد دہم (۱۰) کے متعدد مقامات پر بھی قوالی مع مزامیر کے بارے میں احکام مرقوم ہیں۔

عورتوں کا مزارات پر جانا

عورتوں کے مزاراتِ اولیا اور عام قبروں پر جانے کے بارے میں سوالات کے جواب میں ارقام فرمایا .....

"عورتوں کے مزاراتِ اولیا، مقابرِ عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔" (احکام شریعت دوم، ص ۱۸)

اصح (زیادہ صحیح) یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں (فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۱۶۵)

"غنیہ" میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا، جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے، اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے، جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے، اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں، ..... سوائے روضۂ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں، وہاں کی حاضری البتہ سنتِ جلیلہ عظیمہ قریب بواجبات ہے۔ الخ (الملفوظ دوم، ص ۱۰۶)

طاقوں پر شہید مرد

بعض لوگ کہتے ہیں فلاں درخت پر شہید مرد ہیں، فلاں طاق میں شہید مرد رہتے ہیں اور اس درخت اور اس طاق کے پاس جا کر ہر جمعرات کو چاول شیرینی وغیرہ پر فاتحہ دلاتے ہیں، ہار لٹکاتے ہیں، لوبان سلگاتے ہیں،

مرادیں مانگتے ہیں،.....

اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

یہ سب واہیات خرافات اور جاہلانہ حماقات و بطالات ہیں، ان کا ازالہ لازم الخ (احکام شریعت اول ص ۱۴)

محرم وصفر میں نکاح:

عرض کیا گیا۔ کیا محرم وصفر میں نکاح کرنا منع ہے؟..... تو ارشاد فرمایا۔

نکاح کسی مہینہ میں منع نہیں۔ یہ غلط مشہور ہے۔ (الملفوظ اول ص ۳۶)

غلط روایات کی تردید:

بہت سی غلط روایات کتابوں میں مرقوم ہیں اور کچھ عوام میں مشہور، بعض غوث پاک سے متعلق، بعض خلفاے راشدین صحابہ اور اہلبیت سے متعلق، اور بعض خود سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق، تمام روایات اور موضوع احادیث کا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے سخت رد فرمایا ہے اور جن کی واقعی کوئی تاویل بن سکتی تھی اس کی تاویل کی ہے، اس سلسلے میں مولانا یٰس اختر مصباحی نے اپنی کتاب ''امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات'' میں سولہ صفحات تحریر فرمائے ہیں جب کہ استقصا انہوں نے بھی نہیں کیا ہے، یہ مضمون اور اقتباسات اصل کتاب میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں، جو فتاویٰ رضویہ، احکام شریعت، عرفان شریعت، فتاویٰ افریقہ اور الملفوظ سے ماخوذ ہیں۔

غرض ہر غلط بات کی تردید حضرت امام احمد رضا کا طرۂ امتیاز ہے اور اسی میں ان کی شان تجدید کا جلوہ آشکار۔

قرآن خوانی پر اجرت:

ثواب رسانی کی نیت سے قرآن مجید پڑھ کر اس پر اجرت لینا اور دینا جائز ہے یا نہیں؟۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

ثواب رسانی کے لیے قرآن عظیم پڑھنے پر اجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۲۱۸)

اجرت پر قرآن خوانی کرنے اور کرانے والے دونوں سبق لیں، آج کل یہ وبا بہت عام ہے۔ ضروری ہے کہ اس سے بچا جائے۔

درود میں اختصار

متعدد فتاوے میں درود شریف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ صیغوں کی جگہ صلعم۔ ص۔ ع وغیرہ لکھنے کو ناجائز وبدعت فرمایا۔ ایک سائل نے سوال میں ایسا اختصار لکھا تو اس کو تنبیہ فرمائی کہ۔

سائل کو جواب مسئلہ سے زیادہ نافع یہ بات ہے کہ: درود شریف کی جگہ۔ جو عوام وجہال صلعم، یا ع یا م یا ص یا صللم لکھا کرتے ہیں محض مہمل وجہالت ہے۔ اَلْقَلَمُ اِحْدَی اللِّسَانَیْنِ (قلم بھی ایک زبان ہے) جیسے زبان سے درود شریف کے عوض مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا یوں ہی ان مہملات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۱۰/۵۱)

فتاویٰ افریقہ میں اس پر مزید تفصیل ہے۔

بزرگوں کی تصویریں:

تصویریں جاندار کی ناجائز ہیں اگر بزرگوں کی تصویریں بنائی اور لگائی جائیں اور زیادہ ناجائز اور گناہ، جہالت سے بعض لوگ بزرگوں کی تصاویر تعظیم کے طور پر آویزاں کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا، حالاں کہ حکم ایسا نہیں اس قسم کے سوالات کے جواب میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے متعدد رسائل تحریر فرمائے، مثلاً: (۱) عطایا القدیر فی حکم التصویر (۲) شفاء الواله فی صور الحبیب و مزاره ونعاله. (۳) بدر الانوار فی آداب الآثار،

عطایا القدیر میں تصاویر کی حرمت پر آیات واحادیث سے دلائل نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں،

"بالقصد تصویر کی عظمت وحرمت (عزت) کرنا اسے معظم دینی سمجھنا، اسے تعظیماً بوسہ دینا، سر پر رکھنا، آنکھوں سے لگانا، اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا، اس کے لائے جانے پر قیام کرنا، اسے دیکھ کر سر جھکانا وغیرہ ذالک افعال تعظیم بجالانا یہ سب سے اخبث اور قطعاً یقیناً اجماعاً اشد حرام وسخت کبیرہ ملعونہ ہے اور صریح کھلی بت پرستی سے ایک ہی قدم پیچھے ہے، اسے کوئی مسلمان کسی حال میں حلال نہیں کہہ سکتا، اگرچہ لاکھ مقطوع یا صغیر یا مستور ہو، الخ

(عطایا القدیر، ص ۔ ۶)

مقابر مسلمین کے آداب:

آج کل مسلم قبرستانوں کی بے حرمتی عام ہے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے مقابر مسلمین سے متعلق سوالات ہوئے تو ارشاد فرمایا۔

قبروں پر چلنے کی ممانعت ہے نہ کہ جوتا پہننا کہ سخت توہین اموات مسلمین ہے ہاں جو قدیم راستہ قبرستان میں ہو جس میں قبر نہیں اس میں چلنا جائز ہے، اگرچہ جوتا پہنے ہو۔ قبروں پر گھوڑے باندھنا، چارپائی بچھانا، سونا بیٹھنا سب منع ہے، (فتاویٰ رضویہ، ۴/ ۱۰)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

قبور مسلمین پر چلنا جائز نہیں۔ ان پر پاؤں رکھنا جائز نہیں یہاں تک کہ ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ قبرستان میں جو نیا راستہ پیدا ہوا اس میں چلنا حرام ہے۔ اور جن کے اقربا ایسی جگہ دفن ہوں کہ ان کے گرد قبریں ہوگئی ہوں اور اسے ان کی قبور تک، اور قبروں پر پاؤں رکھے بغیر جانا ممکن ہو، دور ہی سے فاتحہ پڑھے اور پاس نہ جائے۔

(فتاویٰ رضویہ، ۴/ ۱۰)

قبر پر نماز پڑھنا حرام، قبر کی طرف نماز پڑھنا حرام، اور مسلمان کی قبر پر قدم رکھنا حرام، قبروں پر مسجد بنانا یا زراعت (کھیتی) وغیرہ کرنا حرام۔ (عرفان شریعت، ۲۰۲)

فرضی قبروں کا حکم:

فرضی اور مصنوعی قبر کے بارے میں سوال کے جواب میں فرمایا۔

قبر بلا مقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اس کے لیے وہ افعال (چادریں چڑھانا وغیرہ) کرانا گناہ ہے۔

(فتاوی رضویہ ۴/۱۱۵)

فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا، ناجائز و بدعت ہے، اور خواب کی بات خلافِ شرع امور میں مسموع نہیں ہو سکتی۔ (ایضا)

جس قبر کا یہ بھی حال معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی اس کی زیارت کرنی، فاتحہ دینی ہرگز جائز نہیں۔ کہ قبر مسلمان کی زیارت سنت ہے اور فاتحہ مستحب، اور قبر کافر کی زیارت حرام ہے اور اسے ایصال ثواب کا قصد کفر..... تو جو امر سنت و حرام یا مستحب و کفر میں متردد ہو وہ ضرور حرام و ممنوع ہے۔ (فتاوی رضویہ ۴/۱۴۱)

قبر کا طواف اور بوسہ

بلا شبہہ غیر کعبہ معظمہ کا طوافِ تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے، اور بوسۂ قبر میں علما کو اختلاف ہے، احوط (زیادہ احتیاط) منع ہے، (احکام شریعت ۳/۳ و فتاوی رضویہ ۴/۸)

قبر پر لوبان اگربتی اور چراغ:

عود، لوبان وغیرہ کوئی چیز نفسِ قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز (پرہیز) چاہیے اگرچہ کسی برتن میں ہو، (فال بد کی وجہ سے کہ قبر کے اوپر دھواں اٹھنا اچھا نہیں) ...... اور قریب قبر سلگانا اگر وہاں نہ کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی (تلاوت کرنے والا) یا ذاکر (ذکر کرنے والا) ہو بلکہ صرف قبر کے لیے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف و اضاعتِ مال (فضول خرچی اور مال ضائع کرنا) ہے، (فتاوی رضویہ ۴/۱۴۱)

تبرکات بزرگان دین سے مال کمانا:

تبرکاتِ شریفہ جس کے پاس ہوں ان کی زیارت کرنے پر لوگوں سے اس کا کچھ مانگنا سخت تشنیع (برا) ہے۔ جو تندرست ہو، اعضا صحیح رکھتا ہو، نوکری خواہ مزدوری اگرچہ ڈلیا ڈھونے کے ذریعہ سے روٹی کما سکتا ہو، اُسے سوال کرنا حرام ہے۔ ...... رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ...... غنی یا سکت والے تندرست کے لیے صدقہ حلال نہیں،

(بدر الانوار فی آداب الآثار ص ۳۵ مطبوعہ مبارک پور)

دعوت میت:

کسی کے مرنے کے بعد سوم چہلم وغیرہ میں جو عام دعوت ہوتی ہے، اس پر سخت نکیر کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مستقل ایک رسالہ تصنیف فرمایا، "جلی الصوت لنهى الدعوة أمام الموت" جو دعوتِ میت، کے نام سے شائع ہے، اس میں اور دیگر فتاوے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ان کی ممانعت کی ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"مردہ کا کھانا صرف فقرا کے لیے ہے، عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے، غنی (مالدار) نہ

کھائے۔ (احکام شریعت دوم ص ۱۶)

سوم دہم چہلم وغیرہ کا کھانا مساکین کو دیا جائے، برادری کو تقسیم کرنا یا برادری کو جمع کر کے کھلانا بے معنی ہے، کمافی مجمع البرکات،

موت میں دعوت ناجائز ہے۔ (فتاوی رضویہ ۴/۲۲۳)

قرآن سے فال نکالنا:

قرآن عظیم سے فال دیکھنے میں ائمہ مذاہب اربعہ کے چار قول ہیں، بعض حنابلہ مباح کہتے ہیں، اور شافعیہ مکروہ تنزیہی اور مالکیہ حرام..... اور ہمارے علمائے حنفیہ فرماتے ہیں ناجائز وممنوع ومکروہ تحریمی ہے..... قرآن عظیم اس لیے نہ اتارا گیا۔ ہمارا قول، قول مالکیہ کے قریب ہے بلکہ عند التحقیق دونوں کا حاصل ایک ہے۔ بالجملہ مذہب یہی ہے کہ منع ہے۔ الخ (فتاوی افریقہ، ص ۱۶۰)

انگریزی وضع کے کپڑے:

انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام سخت حرام، اشد حرام اور انہیں پہن کر نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام، واجب الاعادہ کہ جائز کپڑے پہن کر نہ پھیرے تو گنہگار مستحق عذاب والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔ (فتاوی رضویہ ۳/۴۲۲)

سیاہ خضاب:

سوال ہوا کہ سیاہ خضاب لگانا جائز ہے یا نہیں۔ تو ارشاد فرمایا:

سرخ یا زرد خضاب اچھا ہے اور زرد بہتر، اور سیاہ خضاب کو حدیث میں فرمایا "کافر کا خضاب ہے۔" دوسری حدیث میں ہے۔ اللہ تعالی روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا یہ حرام ہے۔ جواز کا فتوی باطل ومردود ہے،

(احکام شریعت، ۱/۷۲)

جوتا پہن کر اور میز پر کھانا:

کھانا کھاتے وقت جوتا اتار لینا سنت ہے، دارمی وطبرانی وابو یعلی وحاکم بافادۂ تصحیح (یعنی حدیث کو صحیح بتاتے ہوئے) حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا کلتم الطعام فاخلعوا نعالکم فانہ اروح لا قدامکم وانھا سنۃ حسنۃ

"جب کھانا کھانے بیٹھو تو جوتے اتار لو کہ اس میں تمہارے پاؤں کے لیے زیادہ راحت ہے اور یہ اچھی سنت۔"

شرعۃ الاسلام میں ہے یخلع نعلیہ عند الطعام ..... کھاتے وقت جوتے اتار لے۔

جوتا پہنے کھانا اگر اس عذر سے ہے کہ زمین پر بیٹھا کھا رہا ہے اور فرصت نہیں تو صرف ایک سنت مستحبہ کا ترک ہے، اس کے لیے بہتر یہی تھا کہ جوتا اتار لے، اور اگر میز پر کھانا ہے اور یہ کرسی پر جوتا پہنے تو یہ وضع خاص نصاری کی ہے اس سے دور بھاگے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا وہ ارشاد یاد کرے، من تشبہ بقوم فھو منھم جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ (فتاوی افریقہ، ص ۳۸)

یہ وبا بھی آج کل بہت عام ہے حدیث وفقہ پر عمل کرنا اور فیشن کو چھوڑنا ہی بہتر ہے اور اسی میں مسلمانوں کی بھلائی ہے۔

آخری چہار شنبہ:

ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کی نسبت جو یہ مشہور ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں غسل صحت فرمایا اسی بنا پر تمام ہندوستان کے مسلمان اس دن کو روز عید سمجھتے اور غسل واظہار فرح وسرور کرتے ہیں، شرع مطہر میں اس کی اصل ہے یا نہیں؟......

اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

یہ محض بے اصل ہے، (عرفان شریعت، ۲/ ۳۷)

آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں نہ اس دن صحت یابی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت بلکہ مرضِ اقدس جس میں وفاتِ مبارک ہوئی اس کی ابتدا اسی دن سے بتائی جاتی ہے۔ (احکام شریعت، ۲، ۴۲/۲)

پیر سے پردہ:

بہت سے پیر مریدہ عورتوں سے پردہ نہیں کرتے، اس سلسلے میں امام احمد رضا قدس سرہ سے سوال ہوا تو جواب میں فرمایا

بیشک ہر غیر محرم سے پردہ فرض ہے، جس کا اللہ ورسول نے حکم دیا ہے جلّ جلالہ و صلی اللہ تعالی علیه و آله وسلم

بیشک پیر مریدہ کا محرم نہیں ہو جاتا نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے بڑھ کر امت کا پیر کون ہوگا؟

اگر پیر ہونے سے آدمی محرم ہو جاتا تو چاہیے تھا کہ نبی سے اس کی امت سے کسی عورت کا نکاح نہ ہو سکتا۔ (مسائل سماع: مطبوعہ لاہور، ص ۲۴)

فتاویٰ رضویہ دہم اور احکام شریعت وغیرہ میں بھی متعدد ارشادات اس سلسلے میں مرقوم ہیں۔

ضروریات دین کے منکر کا حکم:

فی الواقع جو بدعتی (بدمذہب) ضروریاتِ دین میں سے کسی شئے کا منکر ہو باجماعِ مسلمین (تمام مسلمانوں کے اتفاق سے) قطعاً کافر ہے اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے، پیشانی اس کی سجدے میں ایک ورق ہو جائے بدن اس کا روزوں میں ایک خاکہ رہ جائے، عمر میں ہزار حج کرے لاکھ پہاڑ سونے کے راہ خدا میں دے...... لا واللہ، ہرگز ہرگز کچھ قبول نہیں، جب تک حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان تمام ضروری باتوں میں جو وہ اپنے رب کے پاس سے لائے تصدیق نہ کرے، (اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام، مطبوعہ بریلی ۱۳۳۵ھ، ص ۱۵)

پیغمبر اور ولی اللہ سے مدد مانگنا:

سوال ہوا کہ خدا کے پیغمبروں اور ولیوں سے مدد چاہنا ان کو مصیبت کے وقت پکارنا جائز ہے یا نہیں تو

جواب میں ارشاد فرمایا،

"جائز ہے جب کہ انہیں بندۂ خدا اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ جانے اور انہیں باذنِ الٰہی و المدبرات امراً (کاموں کی تدبیر کرنے والوں) سے مانے اور اعتقاد کرے کہ بے حکم خدا ذرہ نہیں ہل سکتا، اور اللہ عزوجل کے دیے بغیر کوئی ایک حبہ نہیں دے سکتا، ایک حرف نہیں سن سکتا پلک نہیں ہلا سکتا، اور بے شک سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے اس کے خلاف کا ان پر گمان محض بدگمانی و حرام ہے، اور ایسے سچے اعتقاد کے ساتھ ندا کرنا بلاشبہ جائز ہے......

جامع ترمذی شریف وغیرہ کی حدیث میں ہے خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو یہ دعا تلقین فرمائی کہ نماز کے بعد یوں کہیں۔

یا محمّدُ انی اتوجّہُ بک الی ربّی فی حاجتی ھٰذہٖ لیُقضٰی لی

یارسول اللہ میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی حاجت میں منہ کرتا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو...... اور بعض روایات میں ہے۔

لتقضی لی یارسولَ اللّٰہِ تاکہ حضور میری یہ حاجت پوری فرمادیں۔

ان نابینا نے بعد نماز یہ دعا کی فوراً آنکھیں کھل گئیں۔ (احکام شریعت ۱/۱۶)

قبر ولی پر چادر:

بزرگانِ دین کی قبروں پر چادریں ڈالنے سے متعلق سوال پر تحریر فرمایا۔

کہ عوام کی نگاہوں میں مزارات اولیا کی وقعت پیدا کرنا مقصود ہو تو جائز ہے اس سے ممانعت نہ چاہیے،

پھر فرمایا۔

چادروں کے سبز و سرخ ہونے میں بھی کوئی حرج نہیں، بلکہ ریشمی ہونا بھی روا کہ وہ پہننا نہیں، البتہ باجے ناجائز ہیں، اور جب چادر موجود ہو اور وہ ہنوز پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے، بلکہ جو دام اس میں صرف کریں ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لیے محتاج کو دیں۔

ہاں جہاں معمول ہو کہ چڑھائی ہوئی چادر جب حاجت سے زائد ہو خدام، مساکین حاجت مند لے لیتے ہیں اور اس نیت سے ڈالے تو مضائقہ نہیں کہ یہ بھی تصدق ہو گیا۔ (احکام شریعت ۱/۲، کانپور)

آتش بازی:

آتش بازی جس طرح شادیوں اور شب برات میں رائج ہے بیشک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں تضییعِ مال (مال ضائع کرنا) ہے قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی فرمایا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ولاتبذّر تبذیراً ○ انّ المبذّرینَ کانوا اخوانَ الشیاطین و کان الشّیطٰنُ لربّہٖ کفوراً

(ہادی الناس فی رسوم الاعراس، ص ۲، و فتاویٰ رضویہ جلد ۰ ہم، ص ۷۷)

امام احمد رضا بریلوی

اور تصور تعلیم

مرتب:

غلام مصطفٰے رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

تقدیم

مولانا غلام مصطفےٰ قادری رضوی، باسنی ناگور، راجستھان

امام احمد رضا کی شخصیت وعلمیت کا جس نے بھی مطالعہ کیا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ آج ان کی عبقری شخصیت پر بڑے بڑے صاحبانِ علم ودانش ریسرچ کر رہے ہیں اور ان کی بے مثال صلاحیتوں کو ملاحظہ کر کے حیران وششدر رہ جاتے ہیں۔ خدائی عطا اور نوازشاتِ مصطفوی سے انہیں ۵۵ رسے زیادہ علوم وفنون پر مہارت تامہ حاصل تھی۔ زندگی کا بیشتر حصہ فروغِ دین اور ترویجِ علومِ دینیہ میں ہی بسر ہوا مگر اس کے باوجود عاجزی اور انکساری کا یہ عالم کہ فرماتے ہیں:

''میرا یہ دعویٰ بھی نہیں کہ ان (علوم) میں اور ان کے علاوہ دیگر حاصل کردہ فنون میں بہت بڑا ماہر ہوں۔ میں تو اپنی انتہائی کوشش یہ سمجھتا ہوں کہ ان علموں سے کچھ حصہ نصیب ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے سوال ہے کہ وہ مزید برکت فرمائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر فن کے معمولی طالبِ علم کو مجھ پر غلبہ ہے لیکن مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ جسے چاہتا ہے بلند کرتا ہے جسے چاہتا ہے گراتا ہے۔'' (الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینۃ، مطبوعہ بریلی)

امام احمد رضا صرف علم کے علم بردار نہیں تھے بلکہ علم کے ساتھ ناموسِ علم کا پاس رکھنے والے بھی تھے اور فیضِ علم بانٹنے والے بھی تھے۔ انہیں تو بارگاہِ ربی سے علوم کا بیشتر حصہ عطا ہوا تھا اس لئے ان علوم کو دیکھ کر علمائے عرب وعجم اور برصغیر ہند وپاک کے علما ومفکرین بھی حیران رہ گئے۔ اور بقول پروفیسر محمد مسعود احمد نقش بندی: ''امام احمد رضا کا یہ علم ابھی ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ ہم تو اس علم کو بھی نہ پا سکے جو ان کی فکر رسا نے پایا تھا۔''

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے علم وفن کی دنیا میں جو کام کیا اسے دیکھ کر ان کے معاصرین نے بھی اور ان کے بعد کے علما ومفکرین نے انہیں امام تسلیم کیا۔ ان کی علمی نگارشات کو مطالعہ کرتے جائیے، معلوم ہوگا کہ ملتِ اسلامیہ کی رہنمائی کے لئے وہ ایسا کثیر علمی سرمایہ چھوڑ گئے جس سے صبحِ قیامت تک اہلِ علم اکتسابِ فیض کرتے رہیں گے۔ علم سے متعلق ان کے پیش کردہ پیغامات اور تجاویز پر اگر آج بھی عمل کیا جائے تو ان شاء اللہ کامیابی کے راستے آسان ہوں گے۔

زیرِ نظر مقالہ ''امام احمد رضا اور تصورِ تعلیم'' میں میرے برادرِ دینی ویقینی غلام مصطفےٰ رضوی زید مجدہٗ نے امام موصوف کے تصورِ تعلیم پر بڑے عمدہ پیرائے میں روشنی ڈالی ہے۔ علم وحکمت اور فکر ودانش کے کئی ایک موتی چن کر ہمارے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کاوشِ خیر کو قبول فرمائے اور ان کے علم وعمل، فضل وکمال میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام احمد رضا اور تصوّرِ تعلیم

امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی عالم وفقیہ، محدث ومفسر اور ادیب وشاعر تھے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ جدید وقدیم علوم وفنون میں یگانہ روزگار تھے اور ایک ماہر تعلیم بھی۔

آپ کی ولادت ۱۰ رشوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ رجون ۱۸۵۶ء کو شہر بریلی (یوپی) میں ایک معزز گھرانے میں ہوئی۔ والد ماجد مولانا نقی علی خاں بریلوی (م ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) اپنے عہد کے عظیم مفتی اور صف اول کے مصنف ومصلح تھے۔ فقاہت میں بلند پایہ مقام رکھتے تھے، اپنے والد مولانا رضا علی خاں بریلوی (م ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۶ء) کی طرح انگریزوں سے سخت نفرت رکھتے تھے۔ امام احمد رضا نے جملہ علوم وفنون کی تحصیل اپنے والد ماجد اور گھریلو اتالیق سے کی۔ بعض علما سے استفادہ فرمایا جن میں مولانا سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی (م ۱۹۰۶ء) اور مولانا عبدالعلی رامپوری (م ۱۸۸۵ء) سر فہرست ہیں۔ بعض ابتدائی درس مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی (م ۱۹۱۷ء) سے لیے بعد میں وہ خود امام احمد رضا سے استفادہ کرنے لگے۔

امام احمد رضا علوم وفنون کے بحر بیکراں تھے۔ اپنے ۵۴ رعلوم کا تذکرہ خود فرمایا۔ اکیس علوم اپنے والد ماجد سے حاصل کیے، وہ علوم جو اساتذہ سے نہیں پڑھے لیکن نقاد علمائے کرام سے اجازت حاصل فرمائی دس شمار ہوتے ہیں۔ وہ علوم جنھیں کتب بینی اور فکر ونظر کے استعمال سے حل فرمایا ان کی تعداد چودہ ہے۔ اسی طرح نو علوم اور شمار کرائے ہیں جن کی تعلیم بھی کسی استاذ سے نہیں لی۔

عصر جدید میں علم وفن کا شہرہ ہے لیکن خودنمائی وجاہ طلبی کا عنصر غالب آگیا ہے۔ فخر وغرور کا یہ عالم کہ ایک علم میں درک رکھنے والا دوسروں کو حقیر گمان کرتا ہے۔ گویا علم کا حصول بھی ''برتری'' کے جذبہ کے تحت کیا جارہا ہے۔ امام احمد رضا ۵۴ رعلوم کے جاننے والے ہی نہیں بلکہ ان علوم کے ہر جزیے اور پہلو پر تعمق رکھتے تھے۔ اسے اللہ عزوجل کی عنایت سمجھتے تھے اور تشکر بجالاتے۔ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

''میرا یہ دعوٰی بھی نہیں کہ ان (علوم) میں اور ان کے علاوہ دیگر حاصل کردہ فنون میں بہت بڑا ماہر ہوں۔ میں تو اپنی انتہائی کوشش یہ سمجھتا ہوں کہ ان علموں سے کچھ حصہ نصیب ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے سوال ہے کہ وہ مزید برکت فرمائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر فن کے معمولی طالب علم کو مجھ پر غلبہ ہے لیکن مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ جسے چاہتا ہے بلند کرتا ہے جسے چاہتا ہے گراتا ہے۔'' ۱

دار العلوم منظر اسلام کا قیام اور درس و تدریس:

امام احمد رضا نے درسیات سے فراغت کے بعد ہی منصب افتا کو زینت بخشی۔ کچھ عرصہ طلبہ کو پڑھایا۔ پھر تصنیف و تالیف اور کثرت کار کے سبب تدریس کا سلسلہ منقطع ہو گیا البتہ مخصوص شاگردوں کی تربیت کا سلسلہ جاری رہا۔ اس لحاظ سے آپ کے تلامذہ ہندو پاک، بنگلہ دیش، حجاز مقدس اور عرب و افریقہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔

۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء میں شہر بریلی میں آپ نے "دار العلوم منظر اسلام" قائم فرمایا۔ فرزند اکبر مولانا محمد حامد رضا خاں (م ۱۹۴۳ء) اس کے مہتمم اول مقرر ہوئے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رقم طراز ہیں:

"امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے تحریر کے ساتھ ساتھ کچھ عرصہ تدریس کو بھی ذریعہ تعلیم و تبلیغ بنایا، وہ دار العلوم منظر اسلام کے بانی تھے انہوں نے یہ دار العلوم اس وقت قائم کیا جب دشمن اسلام حاکموں نے سنی مسلمانوں کے لئے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ ایک مثالی دینی مدرسے کے بانی کے لئے ضروری ہے کہ اس میں اخلاص ہو، وہ فکر صحیح کا مالک ہو، تعلیم کے بارے میں اس کے نظریات واضح اور مفید ہوں۔ جب ہم امام احمد رضا کی حیات و تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں ہم کو ان کے ہاں یہ ساری خوبیاں نظر آتی ہیں اور دل گواہی دیتا ہے کہ کسی بھی مثالی دینی ادارے کا بانی ہو تو ایسا ہو۔" ۲

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے مطابق امام احمد رضا نے درسیات سے فراغت کے بعد گھر پر ہی چند سال طلبہ کو پڑھایا، پھر کچھ عرصہ دار العلوم منظر اسلام میں بھی پڑھایا اور بعد میں گوناگوں علمی مصروفیات کی وجہ سے گھر پر صرف مخصوص طلبہ کو مخصوص علوم و فنون کا درس دیتے رہے۔

عہد رضا کی صورتحال:

آپ کا عہد بڑا ہی لرزا خیز تھا۔ بھانت بھانت کی بولیاں بولی جارہی تھیں۔ نو پید فتنوں نے برصغیر میں مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو منتشر کر کے رکھ دیا تھا۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان میں توہین و تنقیص کے لئے قلم کو جنبش دی جا چکی تھی حالانکہ قوموں کا یہ مزاج رہا ہے کہ اپنے پیشوا کی عظمتوں کے قصیدے کہا کرتی ہیں اور ان کے گن گاتی ہیں لیکن یہاں تو توہین و تنقیص کے پہلو تلاش کرنے والے وہ تھے جو عالم و مولوی کے منصب پر فائز تھے۔ درحقیقت وہ استعمار کے کاسہ لیس تھے بایں سبب امام احمد رضا نے اپنے قلم کے ذریعہ ایسے نظریات کی بیخ کنی کی جن سے عقائد اسلامی متزلزل ہو رہے تھے اور عظمت و ناموس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حرف آتا تھا اس پر آپ کی ایک ہزار کے لگ بھگ تصانیف، حواشی اور تعلیقات شاہد عدل ہیں۔

عشق و عرفان:

آپ کی شخصیت کا اہم اور نمایاں پہلو حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت والفت اور

عقیدت ووارفتگی ہے۔ محبت ''اطاعت'' پر آمادہ کرتی ہے۔ قرآن مقدس میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ

''اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا''۔[3]

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ ط

''اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے''۔[4]

مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۹۴۸ء) نے اپنے تفسیری حواشی میں بخاری و مسلم کے حوالے سے حدیث پاک بیان کی ہے: ''سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔''[5]

دورِ حاضر میں امام احمد رضا کی شخصیت کو محبت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ آپ کے عشق وعرفان کا تذکرہ صاحبان ادب اور نکتہ داں ونکتہ سنج میں ہی نہیں ہے بلکہ اس پر جامعات ویونیورسٹیوں میں ریسرچ اور تحقیق وتدقیق کا مرحلۂ شوق طے کیا جارہا ہے۔ میسور یونیورسٹی میسور کرناٹک سے ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری نے ''امام احمد رضا اور عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' کے موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی کا اعزاز پایا ہے۔ مقالۂ تحقیق بنگلور سے شائع ہو چکا ہے اور عنقریب بمبئی سے ایڈیشن ثانی شائع ہوگا۔

محبت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے دنیا بھر میں امام احمد رضا کی تعلیمات وافکار کا شہرہ ہے اور شش جہات مسلمانوں میں محبت والفت اور عشق وعرفان کا یہ عنصر پروان چڑھ رہا ہے۔ عقیدے منور وتاباں اور افکار روشن و درخشاں ہو رہے ہیں اور یہ اس درس زریں کا اثر ہے جو امام احمد رضا نے دیا۔

جان ہے عشق مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں (حدائق بخشش)

فضیلت علم وعلما:

علم کا حاصل کرنا نعمت و باعث برکت ہے۔ پہلی وحی میں تعلیم کی ترغیب دی گئی ہے۔ احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ علم سے متعلق ہے۔ علم کو مومن کی میراث فرمایا گیا۔ دور افتادہ منازل کو طے کر کے حصول علم کی تعلیم دی گئی ہے۔ سب سے افضل واعلیٰ علم ''دین کا علم'' ہے۔ امام احمد رضا علم وعلما کے فضائل سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنہوں نے علم وعلما کے فضائل عالیہ وجلائل غالیہ ارشاد فرمائے انہیں کی حدیث میں وارد ہے کہ علما وارث انبیا کے ہیں انبیا نے درہم ودینار ترکہ میں نہ چھوڑے، علم اپنا

ورثہ چھوڑا ہے۔ جس نے علم پایا اس نے بڑا حصہ پایا،

ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے تخریج فرمائی کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ ارشاد فرماتے سنا، پھر انہوں نے فضیلت علم میں حدیث بیان فرمائی اور اس کے آخر میں فرمایا کہ بلاشبہ علما انبیا کے وارث ہیں اور انبیا کرام درہم و دینار ورثہ میں نہیں چھوڑے بلکہ انہوں نے وراثت میں علم چھوڑا ہے پھر جس نے اس کو حاصل کیا تو اس نے وافر حصہ حاصل کیا۔"۶

آپ کے نزدیک وہی علم "عظیم دولت" اور "نفیس مال" ہے جو انبیا کرام نے اپنے ترکہ میں چھوڑا اور اس کا جاننے والا عالم و مولوی کہے جانے کا مستحق ہے۔ آپ نے اپنے فتویٰ میں ایک حدیث پاک بیان فرمائی ہے:

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: علم تین ہیں قرآن یا حدیث یا وہ چیز جو وجوب علم میں ان کی ہمسر ہو (گویا اجماع و قیاس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں) اور ان کے سوا جو کچھ ہے سب فضول۔ ۷

فرض عین علم:

حدیث طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ کے تحت امام احمد رضا رقم فرماتے ہیں: "اور فرض عین نہیں مگر ان علوم کا سیکھنا جن کی طرف انسان بالفعل اپنے دین میں محتاج ہو، ان کا اعم و اشمل و اعلیٰ و اکمل و اہم و اجل علم اصول عقائد ہے جن کے اعتقاد سے آدمی مسلمان سنی المذہب ہوتا ہے اور انکار و مخالفت سے کافر یا بدعتی، والعیاذ باللہ تعالیٰ، سب میں پہلا فرض آدمی پر اسی کا تعلم ہے اور اس کی طرف احتیاج میں سب یکساں۔"۸

امام احمد رضا کے نزدیک عقائد کے علم کے بعد ایک مسلمان کے لئے جن علوم کا سیکھنا ضروری ہے ان میں درج ذیل علوم شامل ہیں:

(۱) علم مسائل نماز یعنی اس کے فرائض و شرائط و مفسدات جن کے جاننے سے نماز صحیح طور پر ادا کر سکے۔

(۲) پھر جب رمضان آئے تو مسائل صوم (یعنی روزہ کے مسائل)

(۳) مالک نصاب نامی ہو تو مسائل زکوٰۃ۔

(۴) صاحب استطاعت ہو تو مسائل حج۔

(۵) نکاح کیا جائے تو اس کے متعلق ضروری مسئلے۔

(۶) تاجر ہو تو مسائل بیع و شرا (خرید و فروخت)۔

(۷) مزارع (کاشتکار) پر مسائل زراعت۔

(۸) موجر (کرایہ یا اجرت پر کام کرانے والا) و مستاج (ٹھیکے دار یا مزدور) ہو تو اس پر مسائل اجارہ (کا جاننا ضروری ہے)۔۹

یہ اسلام کی خوبی و انفرادیت ہے کہ اس نے علوم کی بنیاد ان باتوں پر رکھی جن سے صالحیت اور پاکیزگی کا حصول ہوتا ہے۔ جیسے حلال و حرام کے امتیازات، قلب و ذہن کی صفائی و تطہیر اور اس کے لئے تواضع و اخلاص اور توکل کی ترغیب اسی طرح تکبر وریا اور حسد سے احتراز۔ جدید تعلیمی نظام جسے مغرب کے رائج اصولوں پر مدون کیا گیا ہے اس میں اس طرح کے تصورات معدوم ہیں۔ جبکہ اس علم کی احتیاج جو فرض عین ہے اس میں یہ بھی ہے بمطابق امام احمد رضا:

''ہر اس شخص پر اس کی حالت موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض عین ہے اور انہیں میں سے ہیں مسائل حلال و حرام کہ ہر فرد بشر ان کا محتاج ہے اور مسائل علم قلب یعنی فرائض قلبیہ مثل تواضع و اخلاص و توکل وغیرہا اور ان کے طرق تحصیل اور محرمات باطنیہ تکبر وریا و عجب و حسد وغیرہا اور ان کے معالجات کہ ان کا علم بھی ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے، جس طرح بے نماز فاسق و فاجر و مرتکب کبائر ہے یونہی بعینہ ریا سے نماز پڑھنے والا انہیں مصیبتوں میں گرفتار ہے۔ نسئل اللہ العفو و العافیۃ (ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں) تو صرف یہی علوم حدیث میں مراد ہیں و بس۔''۱۰

تصور نصاب:

عظیم اللہ جندران ایم۔ اے اردو جامعہ پنجاب (لاہور) ایم۔ ایڈ اسلامیہ یونیورسٹی (بہاولپور) نے تعلیمی ادارے کے نصاب کی تشکیل کے حوالے سے امام احمد رضا کے تصور نصاب کے ضمن میں جو نتائج اخذ کیے ہیں اور خصوصیات بیان کی ہیں اس کے نکات کچھ اس طرح ہیں:

(۱) نصاب کی سب سے اہم خوبی یہ ہونی چاہیے کہ وہ نظریہ حیات کے مطابق تیار کیا گیا ہو اس میں کوئی بھی ایسی چیز شامل نہ ہو جو نظریہ حیات سے متصادم ہو۔

(۲) نصاب جامع ہو اور طلبہ کی نفسیاتی ضرورتوں کو پورا کرے۔

(۳) بے سود وقت کو ضائع کرنے والی تعلیم کسی کام کی نہیں۔ نصاب معاشرتی ضرورتوں کا آئینہ دار ہو۔

(۴) نصاب میں تربیتی عنصر بھی شامل ہو۔

(۵) نصاب عصری تقاضوں کے مطابق ہو لیکن دین متین کی بنیادوں پر استوار ہو۔

(۶) آپ کے مطابق مروجہ سائنسی نظریات کو اسلامی نظریات کی روشنی میں پرکھ کر ہی نصاب کا حصہ بنانا چاہیے۔

(۷) نصاب اطاعت و حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہو۔

(۸) نصاب عملاً قابل قبول ہو۔ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ مفید تعلیم دی جائے۔

(۹) نصاب کی تیاری کے دوران مقصدیت بھی پیش نظر ہو اور وہ دین فہمی ہو۔

(۱۰) ہر وہ علم وفن جو دین سے برگشتہ وغافل کرے اس سے دین وایمان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اسے شامل نصاب نہیں ہونا چاہیے۔

عظیم اللہ جندران لکھتے ہیں کہ: ''امام احمد رضا خاں کا تصور نصاب جو ایک طرف تو آپ کی علمی قابلیت وصلاحیت کا منہ بولتا ثبوت ہے تو دوسری طرف قومی تعلیمی پالیسی کے گراں قدر رہنما اصولوں سے بھی مزین ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ وسعت علمی کے تحت آپ کے تجویز کردہ نصابی ماڈلز کو بھی ٹیچرز ٹریننگ اسکولز، کالجز، یونی ورسٹیز کے کورسز میں شامل کیا جائے تا کہ اس عظیم اسلامی مفکر تعلیم کے علمی ورثہ سے استفادہ کرسکیں۔'' [۱۱]

ابتدائی تعلیم کا نصاب تربیت:

سلیم اللہ جندران ریسرچ اسکالر پنجاب یونیورسٹی (لاہور) فتاویٰ رضویہ جلد دہم کے حوالہ سے رقم طراز ہیں:

امام احمد رضا خاں ابتدائی تعلیم کا نصاب نہایت تصریح وضاحت کے ساتھ بیان فرماتے ہیں:

(۱) زبان کھلتے ہی اللہ اللہ، پھر پورا کلمہ لا الہ الا اللہ سکھائے۔

(۲) جب تمیز آئے آداب سکھائے۔ کھانے پینے، ہنسنے بولنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، حیا، لحاظ، بزرگوں کی تعظیم، ماں باپ استاد اور دختر کو شوہر کی بھی اطاعت کے طرق وآداب بتائے۔

(۳) قرآن مجید پڑھائے۔

(۴) بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔

(۵) عقائد اسلام وسنت سکھائے۔

(۶) حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وتعظیم ان کے دل میں ڈالے۔

(۷) حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے آل واصحاب واولیا وعلما کی محبت وعظمت کی تعلیم دے۔

(۸) سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کردے۔

(۹) علم دین خصوصاً وضو، غسل، نماز، روزہ کے مسائل سکھائے۔

(۱۰) توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، سلامت صدر ولسان وغیرہ خوبیوں کے فضائل بتائے۔

(۱۱) حرص وطمع، حب دنیا، حب جاہ، ریا، عجب، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہ برائیوں کے رذائل پڑھائے۔

(۱۲) زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی دے کہ طبیعت پر نشاط باقی رہے۔

(۱۳) زنہار زنہار بری صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یار بد مار بد سے بدتر ہے۔ [۱۲]

چوں کہ نصاب تعلیم میں معلم (استاذ) کا کردار کلیدی ہوتا ہے اور ابتدائی درس کے اثرات مستقبل کے لئے معاون ہوتے ہیں اس لئے ابتدائی تعلیم میں تعمیر شخصیت کے پہلو کو کسی طرح فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ متعلم (شاگرد) اور تربیت اولاد کے ضمن میں سلیم اللہ جندران تحریر فرماتے ہیں:

"مدرسہ میں استاذ کی شخصیت، گھر میں ماں باپ کی طرح بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ امام احمد رضا خاں ۵/تا ۶/ سال کی عمر کے بچوں کے اسکول مدرسہ/ ایجوکیشن کے آغاز پر والدین پر یہ ذمہ داری عائد کرتے ہیں کہ والد "بچے کو نیک، صالح، متقی، صحیح العقیدہ اور عمر رسیدہ استاد کے سپرد کرے اور بیٹی کو نیک، پارسا عورت سے پڑھوائے"، اگر چہ آج کل کے حالات میں بچوں کے لئے نیک، متقی، صحیح العقیدہ اور عمر رسیدہ (کہنہ مشق/ تجربہ کار) استاد کامل جانا نعمت عظمیٰ سے کم نہیں ہے اور عام حالات میں نہایت کٹھن کام ہے۔ بچوں کی تعلیم کے ضمن میں والدین اگر اس قدر دلچسپی لیں تو ان کے بچوں کے یقیناً بہتر شخصیت کی تعمیر ممکن ہے۔" [۱۳]

استاذ کا مقام اور ادب واحترام:

جس طرح جسم انسانی میں قلب کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اسی طرح پورے نظام تعلیم میں استاذ کی حیثیت ہوتی ہے۔ نصاب کتنا ہی عمدہ ہو لیکن اس کی تدریس بہتر نہ ہو تو نتائج منفی ظاہر ہوتے ہیں۔ استاذ کے بغیر تربیت کے مقاصد حاصل نہیں ہوتے۔ متعلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ استاذ کی عزت اور ادب واحترام کو ملحوظ رکھے۔ اس کی عظمت کو مانے کہ بغیر اس کے تعلیم کا فیض حاصل نہیں ہوتا۔ امام احمد رضا نے استاذ کے وقار، ادب، احترام اور مقام کی وضاحت فرمائی ہے جسے نکات کی صورت میں تحریر کیا جاتا ہے:

(۱) استاذ کا شاگرد پر ایک سا حق ہے برابر اور وہ یہ کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت میں بھی نہ بیٹھے اور چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے اور اس کی بات کو رد نہ کرے۔

(۲) اپنے استاذ کے حقوق واجب کا لحاظ رکھے اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے۔ یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کر لینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔

(۳) استاذ کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے۔

(۴) جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگر چہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس کے لئے تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے۔

(۵) اپنے استاذ پر کسی کو ترجیح نہ دے اگر ایسا کریگا تو اس نے اسلام سے رشتوں سے ایک رسی کھول دی۔

(۶) اور استاذ کی تعظیم سے ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے۔

(۷) عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاد علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، ہاں اگر وہ کسی خلاف شرع بات کا حکم کرے ہرگز نہ مانے کہ لاطاعة لاحد فی معصية الله تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں) مگر اس نہ ماننے میں گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ آئے فان المنکر لایزال بمنکر (گناہ کا ازالہ گناہ سے نہیں ہوتا) [۱۴]

استاذ کے لئے بعض شرائط:

استاذ کو صالح طبیعت کا ہونا چاہیے۔ اس کے اثرات متعلم (شاگرد) پر پڑتے ہیں۔ امام احمد رضا نے جو تعلیمی تصور دیا ہے اس میں استاذ کے مقام کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے اور استاذ کے لئے جو ضوابط متعین کئے ہیں ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

(۱) انہماک فلسفیات و توغل مزخرفات نے معلم کے نور قلب کو منطفی اور سلامت عقل کو منتفی نہ کر دیا ہو کہ ایسے شخص پر خود ان علوم ملعونہ سے یک لخت دامن کشی فرض اور اس کی تعلیم سے ضرر اشد کی توقع۔

(۲) وہ عقائد حقہ اسلامیہ سنیہ سے بروجہ کمال واقف و ماہر اور اثبات حق و ازہاق باطل پر بعونہ تعالیٰ قادر ہو ورنہ قلوب طلبہ کا تحفظ نہ کر سکے گا۔

(۳) وہ اپنی اس قدر کو بالتزام تام ہر سبق کے ایسے محل و مقام پر استعمال بھی کرتا ہے ہرگز کسی مسئلہ باطلہ پر آگے نہ چلنے دے جب تک اس کا بطلان متعلم کے ذہن نشین نہ کر دے۔

(۴) متعلم کو قبل تعلیم خوب جانچ لے کہ پورا سنی صحیح العقیدہ ہے اور اس کے قلب میں فلسفہ ملعونہ کی عظمت و وقعت متمکن نہیں۔

(۵) اس کا ذہن بھی سلیم اور طبع مستقیم دیکھ لے بعض طبائع خواہی نخواہی زیغ کی طرف جاتے ہیں حق بات ان کے دلوں پر کم اثر کرتی اور جھوٹی جلد پیر جاتی ہے،

(۶) معلم و متعلم کی نیت صالحہ ہو نہ اغراض فاسدہ۔

(۷) تنہا اسی پر قانع نہ ہو بلکہ دینیات کے ساتھ ان کا سبق ہو کہ اس کی ظلمت اس کے نور سے منجلی ہوتی رہے ان شرائط کے لحاظ کے ساتھ بعونہ تعالیٰ اس کے ضرر سے تحفظ رہے گا۔ اور اس تعلیم و تعلم سے انتفاع متوقع ہوگا۔ [۱۵]

تعلیمی ادارے کا ماحول:

کردار سازی اور تربیتی عناصر میں ماحول کا رول گہرا ہوتا ہے۔ جیسا ماحول ہوگا اس کے ہمہ گیر اثرات تعلیم اور اس کے متعلقات پر پڑیں گے۔ ماحول کا پرسکون ہونا اور اس کی عمدگی بہتر نتائج کا اجرا کرتی ہے۔ تعلیمی ادارے کے ماحول کو بنانے میں غیر نصابی سرگرمیوں مثل کھیل، تفریح وغیرہ کا دخل

ہے۔امام احمد رضا کی تعلیمات کی روشنی میں عظیم اللہ جندران نے جو نتائج اخذ کئے ہیں اور ماحول کی تشکیل میں معلم (استاذ) کے کردار کا ذکر کیا ہے اس کے بعض اجزا ملاحظہ ہوں:

(۱) معلم اچھے اخلاق اور خصائل حمیدہ کا مالک ہو۔

(۲) معلم طلبہ سے مشفقانہ رویہ رکھتا ہو۔

(۳) معلم اپنے ارد گرد کے ماحول اور معاشرتی حالات سے واقفیت رکھتا ہو۔

(۴) طالب علم کو بری صحبت سے بچایا جائے کہ یہی عمر بننے اور سنورنے کی ہے۔

(۵) غیر نصابی سرگرمیوں کو پیش نظر رکھا جائے کہ کھیل کود اور سیر و تفریح طالب علم کے ذہن و دماغ کو طراوت بخشتے ہیں اور طبیعت کو نشاط و انبساط پہنچاتے ہیں جبکہ مسلسل تعلیم سے بچوں کی طبیعت اکتا جاتی ہے۔

(۶) امام صاحب کے نزدیک سکینت خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔یعنی تعلیمی ادارے کا ماحول پرسکون ہو، باوقار ہوتا کہ طالب علم کے دل میں وحشت اور انتشار فکر نہ ہو۔[16]

طلبہ کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لئے ان کی طبیعت میں فرحت کا خیال رکھا جانا چاہیے۔ نصاب کی سرگرمیوں میں جائز تفریح و کھیل کے گوشے کی شمولیت کو امام احمد رضا ناگزیر سمجھتے ہیں۔(واضح رہے کہ لہو و لعب اور غیر شرعی کھیل کی آپ کے نزدیک قطعاً اجازت نہیں)

ضابطۂ اخلاق اور تصور سزا:

فی زمانہ مخرب اخلاق تعلیم و تعلم کا دور دورہ ہے۔ایسے میں اخلاق کے جوہر کا پایا جانا مشکل ہے۔اسلام نے اخلاق کو تربیت میں بنیادی حیثیت دی ہے اور اسے علم کا لازمی حصہ بنا دیا ہے۔استاذ دورانِ درس متعلم کی اصلاح کے لئے اور اس کے تعلیمی ذوق کو بڑھانے کے لئے سزا دینے کا مجاز ہے لیکن اس کے لئے بھی ضابطۂ اخلاق اور اصول مد نظر رہے۔سلیم اللہ جندران رقم طراز ہیں:

''امام احمد رضا خاں بریلوی (۱۳۱۰ھ) فتاوی رضویہ جلد دہم، باب دہم، علم التعلیم اور عالم و متعلم میں استاد کے لئے یہ ضابطۂ اخلاق دیتے ہیں:'' (استاذ) پڑھانے سکھانے میں رفق و نرمی ملحوظ رکھے موقع پر چشم نمائی، تنبیہ تہدید کرے مگر کوسانہ دے کہ اس کا کوسنا ان کے لئے سبب اصلاح نہ ہوگا بلکہ زیادہ فساد کا اندیشہ ہے۔مارے تو منہ پر نہ مارے اکثر اوقات تہدید و تخویف پر قانع رہے کوڑا قمچی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے۔''

امام احمد رضا خاں تدریس میں نرمی اور حکمت کے ذریعے ضبط قائم کرنے پر زور دیتے ہیں۔''[17]

۱۹ رشوال المکرم ۱۳۱۵ھ کو مولانا خلیل احمد خاں پیشاوری نے فارسی میں ایک سوال بھیجا جس میں امام احمد رضا سے پوچھا کہ استاد اپنے شاگرد کو بدنی سزا دے سکتا ہے یا نہیں؟ اس کے جواب (بزبان فارسی) کے اردو ترجمے کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں:

''ضرورت پیش آنے پر بقدر حاجت تنبیہ، اصلاح اور نصیحت کے لیے بلا تفریق اجرت و درم اجرت استاد کا بدنی سزا دینا اور سرزنش سے کام لینا جائز ہے مگر یہ سزا لکڑی ڈنڈے وغیرہ سے نہیں بلکہ ہاتھ سے ہونی چاہئے اور ایک وقت میں تین مرتبہ سے زائد پٹائی نہ ہونے پائے۔'' [۱۸]

علوم عقلیہ وسائنس کی تحصیل:

اسلام کے نزدیک ان تمام علوم کا حاصل کرنا اور درس لینا جائز ہے جو حدود شرع میں ہوں اور مُضر نہ ہوں۔ ماہرین تعلیم نے تعلیمی نظریات کو تین خانوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) اشتراکی (۲) جمہوری (۳) اسلامی

اشتراکی نظام تعلیم مادیت پہ بحث کرتا ہے۔ اس میں مذہب کے لئے کوئی جگہ نہیں، جمہوری نظام تعلیم مملکت میں بسنے والے تمام مذاہب میں مساوات اور تہذیبی اشتراک کو مدنظر رکھ کر تشکیل پاتا ہے عموماً اس میں مذہبی تعلیم کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے لہٰذا ان دونوں نظام ہائے تعلیم میں مذہبی روح کا پاس ولحاظ نہیں۔ اسلامی نظام تعلیم میں انسانی زندگی کے تمام گوشوں کا احاطہ کر لیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ گود سے گور تک تعلیم وتربیت کا اہتمام اسلام نے کر رکھا ہے۔ حیات کا کوئی گوشہ تشنہ اور محروم نہیں۔ اسلام! جہالت، جور وستم، منافرت وعداوت جیسے غیر انسانی رویوں کا خاتمہ کر کے ایک ذمہ دار شہری تیار کرتا ہے۔

علم کے ساتھ اصول وقانون اور ضابطہ کا ہونا لازمی وضروری ہے۔ علم کے دو رُخ ہیں۔ منفی و مثبت۔ قانون وضابطہ راحت وطمانیت کو راہ دیتا ہے اس کی صورت مثبت پہلو کے قیام سے یقینی ہے مثلاً سائنس کو دیکھیں اسے انسانی زندگی کی بقا وآسائش کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور جوہری توانائی کو اسیر بنا کر آبادیوں میں منتشر کر کے حیات انسانی کے خاتمہ کے لئے بھی، اسلام ہر علم کے لئے قانون فراہم کرتا ہے اور سلامتی کے پیغام کو فائق رکھتا ہے۔

امام احمد رضا تمام علوم کو دین حق کے زاویے سے دیکھتے تھے۔ آپ کے نزدیک انہیں علوم کی تعلیم دی جائے جو دین ودنیا میں کام آئیں، غیر مفید اور غیر ضروری علوم کو نصاب سے خارج کر دیا جائے۔

سائنس وفلسفہ جو اشتراکی وجمہوری نظام ہائے تعلیم کے زیر اثر پروان چڑھتے ہیں۔ عموماً اس میں مذہب کی رو رعایت نہیں ہوتی۔ ایسے ایسے نظریات پڑھائے جاتے ہیں جو مذہبی اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتے اور فکری انتشار کو راہ دیتے ہیں۔ امام احمد رضا ایسے علم کو مُضر قرار دیتے ہیں اور ایسے ''علم'' تسلیم نہیں کرتے، لکھتے ہیں:

''ہیہات ہیہات (افسوس افسوس) اسے علم سے کیا مناسبت، علم وہ ہے جو مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترکہ ہے، نہ وہ جو کفار یونان کا پس خوردہ۔

اسی طرح وہ ہیئت جس میں انکار وجود آسمان وتکذیب گردش سیارات وغیرہ کفریات وامور

مخالف شرع تعلیم کیے جائیں وہ بھی مثل نجوم حرام وملوم اور ضرورت سے زائد حساب یا جغرافیہ وغیرہما داخل فضولیات ہیں۔''۱۹

برطانوی انگریز نومسلم ڈاکٹر محمد ہارون (م۱۹۹۸ء) نے اپنے مقالہ ''امام احمد رضا کی عالمی اہمیت'' میں یہ تاثر دیا ہے کہ: ''آپ کا نظریہ تھا کہ سائنس کو کسی طرح بھی اسلام سے فائق اور بہتر تسلیم نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی کسی اسلامی نظریے، شریعت کے کسی جز یا اسلامی قانون سے گلوخلاصی کے لئے اس کی کوئی دلیل مانی جاسکتی ہے۔ اگرچہ وہ خود سائنس میں خاصی مہارت رکھتے تھے لیکن اگر کوئی اسلام میں سائنس سے مطابقت پیدا کرنے کے لئے کوئی تبدیلی لانا چاہتا تھا آپ اسے ٹھوس علمی دلائل سے جواب دیتے تھے۔''۲۰

امام احمد رضا قرآن عظیم سے فیض پاتے احادیث نبوی سے اکتساب کرتے اور انہیں کی روشنی میں علوم کو جانچتے اور پرکھتے۔ جس کو ان کے مطابق پاتے تسلیم کرتے اور جسے مخالف پاتے اس کی شدت سے مخالفت کرتے اس میں کسی طرح کی لچک کے قائل نہ تھے۔ آپ سائنس کو قرآن مقدس کی روشنی میں پرکھنے کے قائل تھے۔ اس لئے آپ سائنس کی تعلیم کی مشروط اجازت دیتے ہیں کہ: ''سائنس اور مفید علوم عقلیہ کی تحصیل میں مضائقہ نہیں مگر ہیئت اشیا سے زیادہ خالق اشیا کی معرفت ضروری ہے۔''۲۱

ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

''مطلقاً علوم عقلیہ کی تعلیم وتعلم کو ناجائز بتانا یہاں تک کہ بعض مسائل صحیحہ مفیدہ عقلیہ پر اشتمال کے باعث توضیح وتلویح جیسے کتب جلیلہ عظیمہ دینیہ کے پڑھانے سے منع کرنا سخت جہالت شدیدہ وسفاہت بعیدہ ہے۔''۲۲

امام احمد رضا ضروریات دین کا علم حاصل کر لینے کے بعد دیگر علوم کو حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور ان علوم کے حصول کو مباح قرار دیتے ہیں جن سے واجب شرعی میں خلل نہ آئے۔ آپ لکھتے ہیں:

''ہاں جو شخص ضروریات دین مذکورہ سے فراغت پاکر اقلیدس، حساب، مساحت، جغرافیہ وغیرہا وہ فنون پڑھے جن میں کوئی امر مخالف شرعی نہیں تو ایک مباح کام ہوگا جب کہ اس کے سبب کسی واجب شرعی میں خلل نہ پڑے۔''۲۳

ایک اور مقام پر رقم طراز ہیں:

''اگر جملہ مفاسد سے پاک ہو تو علوم آلیہ مثل ریاضی وہندسہ وحساب وجبر ومقابلہ وجغرافیہ وامثال ذلک ضروریات دینیہ سیکھنے کے بعد سیکھنے کی کوئی ممانعت نہیں کسی زبان میں ہو اور نفس زبان کا سیکھنا کوئی حرج رکھتا ہی نہیں۔''۲۴

انگریزی زبان سیکھنا:

امام احمد رضا کے مطابق کسی بھی زبان کے سیکھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن مقصد دین اسلام کی اشاعت وتبلیغ ہو اور عقائد محفوظ وسلامت رہیں۔ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''ایسی انگریزی پڑھنا جس سے عقائد فاسد ہوں اور جس سے علمائے دین کی توہین دل میں آئے، انگریزی ہو خواہ کچھ ہو ایسی چیز پڑھنا حرام ہے۔'' ۲۵

ایک مقام پر اس سوال کے ضمن میں کہ انگریزی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ ارشاد فرمایا:

''ذی علم مسلمان اگر بہ نیت رد نصاریٰ انگریزی پڑھے اجر پائے گا اور دنیا کے لیے صرف زبان سیکھنے یا حساب اقلیدس جغرافیہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں بشرطیکہ ہمہ تن اس میں مصروف ہو کر اپنے دین وعلم سے غافل نہ ہو جائے ورنہ جو چیز اپنا دین وعلم بقدر فرض سیکھنے میں مانع آئے حرام ہے، اسی طرح وہ کتابیں جن میں نصاریٰ کے عقائد باطلہ مثل انکار وجود آسمان وغیرہ درج ہیں ان کا پڑھنا بھی روا نہیں۔'' ۲۶

کالج کی تعلیم:

استعماری تحریکوں نے نصاب کو اپنے رنگ میں رنگنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے بلکہ مسلم ممالک کے نصاب پر بھی زعمائے مغرب نے اپنی نظریں جمادی ہیں اور نصاب میں ترمیم وتنسیخ اور حذف واضافہ کا عمل جاری ہے۔ کالجوں کے نصاب میں وہ نظریات وخیالات پڑھائے جارہے ہیں جن سے اسلامی عقائد کی تباہی کا خطرہ لاحق ہے۔ اور اس کے واسطے مادی ذرائع کو بھی استعمال کیا جارہا ہے۔ اسی طرز کی کوشش انگریزی دور حکومت میں بھی ہوئی تھی اور کالجوں کی امداد کے لیے شرط یہ تھی جسے پروفیسر حاکم علی بی۔ اے (م ۱۹۲۵ء) اسلامیہ کالج لاہور کے الفاظ میں دیکھیں جو آپ نے امام احمد رضا کی خدمت میں لکھ بھیجے:

''اول تو امداد میں اس قسم کی شرط ہوتی ہے کہ کالج کا پرنسپل اور ایک دو پروفیسر انگریز ہوں دوسرے مقررہ کورس پڑھائے جائیں جن میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ خلاف اسلام باتیں ہوتی ہیں بلکہ بعض میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ الفاظ لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔''

اس کے جواب میں امام احمد رضا نے لکھا کہ: ''بے شک جو اس قسم کے اسکول یا کالج ہوں اُن میں نہ فقط اخذ امداد بلکہ تعلیم وتعلم سب حرام قطعی مستلزم کفر ہے۔'' ۲۷

آپ کالج کی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دیتے ہیں ساتھ ہی شریعت پر عمل کا اہتمام بھی اشد ضروری جانتے ہیں، ایک مقام پر رقم طراز ہیں:

''کالج اور اس کی تعلیم میں جس قدر بات خلاف شریعت ہے اس سے بچنا ہمیشہ فرض تھا اور ہے جہاں تک مخالفت شرع نہ ہو اس سے بچنا کبھی بھی فرض نہیں۔'' ۲۸

خلاصۂ کلام:

تعلیم و تعلّم کے بارے میں امام احمد رضا کے نظریات واضح اور روشن ہیں۔ آپ ایک اسلامی مفکر اور ماہر تعلیم ہونے کی حیثیت سے تعلیم کا مقصد دین کی اشاعت و تبلیغ اور حق کا فروغ متعین فرماتے ہیں اسی لئے تعلیم کا محور ''دین اسلام'' کو قرار دیتے ہیں۔ آپ کے تعلیمی نظریات پر یونیورسٹی سطح پر کئی تحقیقی مقالہ جات لکھے جاچکے ہیں اور تحقیق و ریسرچ کا سفر شوق ہنوز جاری ہے جس کی منزل دکھائی نہیں پڑتی۔ نئے نئے زاویے سامنے آرہے ہیں اور ذہن کے دریچے کھل رہے ہیں۔ راقم نے اس مقالہ میں صرف بعض گوشوں کو حیطۂ تحریر میں لانے کی کوشش کی ہے، دوران تحقیق موضوع کی وسعت کا اندازہ ہوا کہ اس موضوع پر درجنوں مقالے اور مضامین لکھے جاسکتے ہیں۔

امام احمد رضا نے تعلیم و تعلّم، درس و تدریس، نصاب و تربیت اور ان کے متعلقات پر جو باتیں اپنی تصانیف اور فتاویٰ میں درج کی ہیں ضرورت ہے کہ ان بکھرے ہوئے موتیوں کو یکجا کردیا جائے تاکہ نظام تعلیم میں ان سے استفادہ کیا جاسکے۔ امام احمد رضا کی دینی و علمی اور تعلیمی خدمات کا تجزیہ مطالعہ کی بنیاد پر کیا جانا چاہیے۔ مطالعہ خیر و شر کے فرق کو واضح کرتا ہے اور حقائق کو واشگاف کرتا ہے۔

استعماری قوتوں نے مسلمانوں کے علم و فن سے رشتے کو کمزور کرنے کے لئے ایسے نصاب تشکیل دے لیے جن سے اسلامی سوچ و فکر میں واضح تبدیلی آئی۔ عقائد میں انتشار برپا ہوا۔

آنریبل ایم نفنسٹن اور آنریبل ایف وارڈن نے ۱۸۲۳ء/ ۱۲۳۸ھ کو جو ایک متفقہ یادداشت (انگریز) گورنمنٹ کو پیش کی تھی اس سے بھی مغربی نظامِ تعلیم کے اجرا کے استعماری مقاصد عیاں ہوتے ہیں۔ اس یادداشت کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''ہماری فتوحات کی نوعیت ایسی ہے کہ اس نے نہ صرف ان کی عملی ترقی کی ہمت افزائی کے لئے تمام ذرائع کو ہٹایا ہے بلکہ حالت یہ ہے کہ قوم کے اصلی علوم بھی کم ہوجانے کا اندیشہ ہے اس الزام کو دور کرنے کے لئے کچھ کرنا چاہیے۔''[۲۹]

امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنے تعلیمی تصورات (جن کی بنیاد مضبوط و مستحکم اسلامی عقائد و تعلیمات پر ہے) کو مقصدیت سے جوڑ کر تعمیر شخصیت کا واضح اصول مقرر فرمادیا وہ یہ کہ علوم جدیدہ ہوں یا دیگر علوم و فنون وہ اسلامی فکر و خیال کو پروان چڑھاتے ہوں اور حق شناسی کا جوہر عطا کرتے ہوں ان کا حصول بلاشبہ کیا جانا چاہیے۔ آج ضرورت ہے کہ امام احمد رضا کے پیش کردہ تجاویز و تعلیمی افکار کو فروغ دیا جائے تاکہ مسلمانوں کے تعلیمی انحطاط و زوال کی تیرگی دور ہو اور سویرا نمودار ہو۔

مصادر و مراجع

(١) احمد رضا خاں، امام، الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، مشمولہ رسائل رضویہ، مطبوعہ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی، ص ۱۶۳

(۲) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، دار العلوم منظر اسلام، مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی 2001ء، ص ۶۔۷

(۳) النساء: ۵۹/ کنز الایمان، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی

(۴) النساء: ۶۴/ کنز الایمان، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی

(۵) خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، مشمولہ کنز الایمان، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی

(۶) احمد رضا خاں، امام، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد ۲۳، مطبوعہ مرکز اہلسنت برکات رضا پور بندر گجرات، ص ۶۲۶۔۶۲۷

(۷) ایضاً، ص ۶۲۹

(۸) ایضاً، ص ۶۲۳۔۶۲۴

(۹) محمد عبد المبین نعمانی، مولانا، علم دین و دنیا بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد ۹، مطبوعہ رضا اکیڈمی مالیگاؤں، ص ۲۔۳

(۱۰) احمد رضا خاں، امام، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد ۲۳، مطبوعہ مرکز اہلسنت برکات رضا پور بندر گجرات، ص ۶۲۴

(۱۱) عظیم اللہ جندران، امام احمد رضا کا تصور نصاب، مشمولہ یادگار رضا ۲۰۰۴ء، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی، ص ۱۰۶ تا ۱۲۸

(۱۲) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، نومبر 2005ء، ص ۴۱

(۱۳) معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۳ء کراچی، مقالہ تعمیر شخصیت اور تربیت اولاد کا اسلامی نفسیاتی ماڈل، ص 82۔83

(۱۴) احمد رضا خاں، امام، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد ۲۳، مطبوعہ مرکز اہلسنت برکات رضا پور بندر گجرات، ص ۶۳۷ تا ۶۳۹

(۱۵) ایضاً، ص ۶۳۵

(۱۶) معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۵ء، سلور جوبلی ایڈیشن، کراچی، مقالہ معلم مطلوب و متعلم مطلوب، ص ۲۷۶ تا ۲۷۸

(۱۷) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، نومبر ۲۰۰۰ء، ص ۴۳۔۴۴

(۱۸) احمد رضا خاں، امام، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد ۲۳، مطبوعہ مرکز اہلسنت برکات رضا پور بندر گجرات، ص ۶۵۲

(۱۹) ایضاً، ص ۶۲۸۔۶۲۹

(۲۰) محمد ہارون، ڈاکٹر، امام احمد رضا کی عالمی اہمیت، مطبوعہ نوری مشن مالیگاؤں، ص ۸۔۹

(۲۱) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، دار العلوم منظر اسلام، مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی 2001ء، ص ۱۰

(۲۲) احمد رضا خاں، امام، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد ۲۳، مطبوعہ مرکز اہلسنت برکات رضا پور بندر گجرات، ص ۶۳۴

(۲۳) ایضاً، ص ۶۴۸

(۲۴) ایضاً، ص ۷۰۶

(۲۵) احمد رضا خاں، امام، فتاویٰ رضویہ (قدیم) جلد ۶، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی، ص ۲۴

(۲۶) یادگار رضا ۲۰۰۵ء سالنامہ، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی، ص ۲۶

(۲۷) احمد رضا خاں، امام، الحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی، ص ۱۹، ۲۷

(۲۸) احمد رضا خاں، امام، فتاویٰ رضویہ (قدیم) جلد ۶، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی، ص ۱۷۱

(۲۹) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، فروری 2001ء، ص ۴۰۔۴۱

محدث بریلوی

اور

تعلیم و تعلّم

غلام مصطفی رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

علم "اجالا" ہے۔ ایسا اجالا کہ جو چھپائے نہیں چھپتا، مٹائے نہیں مٹتا، عام کرنے سے نہیں گھٹتا۔ قرآنِ مقدس میں تعلیم و تعلم سے متعلق بہت سے مضامین آئے ہیں۔ قرآنِ مقدس کی سمجھ کے لیے بھی علم چاہیے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ ترجمہ: "رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا"۔[1]

قرآن! علم و حکمت کا منبع ہے۔ جس کی تعلیم حق تعالیٰ نے اپنے محبوب سید عالم ﷺ کو فرمائی اور صحابۂ کرام کی مقدس جماعت نے معلمِ کائنات سید عالم ﷺ سے قرآنِ مقدس کی تعلیم لی اور علوم سیکھے۔ اور ان کا نقشِ قدم بعد والوں کے لیے ہدایت ہوا اور وہ راہ بر و راہ نما ٹھہرے۔

ترے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ خدا وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

اللہ عزوجل نے اپنے آخری نبی حضور سید عالم ﷺ کو بھیج کر حق و باطل، اچھائی و برائی کے فرق کو واضح کر دیا۔ حق ظاہر فرما دیا اور ہر ایک کے لیے معیار "علم" بنایا۔ تاکہ یکی راہ کا انتخاب بآسانی ہو۔ پھر اس کے لیے علمِ دین کو فرض قرار دیا گیا تاکہ ایمان و عقیدہ کی تعمیر و حفاظت ہو سکے اور نور و نار کے درمیان امتیازات کیے جا سکیں۔

حضور سید عالم ﷺ سے صحابہ نے، ان سے تابعین نے اور پھر بعد والوں نے علم سیکھا اس طرح تعلیم و تعلم کا سفر جاری رہا اور باضابطہ پہلی درس گاہ مسجد نبوی سے متصل قائم ہوئی اور اس سے اٹھنے والے نور نے ساری کائنات کو روشن و منور کر دیا۔

اسلام نے جہاں علم کو اوّلیت دی ہے اور علمِ دین کا حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے وہیں علم سکھانے والے "معلم" (استاذ) کے مقام و مرتبہ کو بھی منوایا ہے۔ معلم کی اہمیت قرآن مقدس کے اس بیان سے بھی مزید واضح ہوتی ہے:

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ترجمہ: "تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہیں"۔[2]

علم و فن کو مسلمانوں نے ترقی دی۔ سرزمین عرب سے نمودار ہو کر اسلام کی کرنوں نے دیگر بلاد و امصار کو بھی روشن و منور کر دیا تو علم کا بھی نصیبہ جاگ اٹھا۔ تحقیق و تدقیق کی راہیں کھلیں۔ قرآن جو علم و حکمت کا سرچشمہ ہے اس سے استفادہ عام ہوا۔ ذہن کی گرہیں کھلیں، مشاہدات و تجربات کے در کھل گئے۔ علم و فن کے نئے نئے پہلو متعارف ہوئے۔ مسلمانوں نے ہر علم و فن کو اسلام کا ہی مرہونِ منت جانا اور اصل علاقہ "علمِ دین" سے رکھا بایں ہمہ دنیا کے قائد و معلم رہے۔ ایک مسلمان عالمِ دین ہوتا تو ساتھ ہی سائنس، حکمت، ریاضی و دیگر علوم و فنون میں ماہر و مشاق۔ اکابرِ امت و علمائے ملت نے اس قدر کو بھائے رکھا۔ ہندستان کی سرزمین پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی (ولادت ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء ...... وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی ذات شاہد ہے جن کی دینی و علمی اور تعلیمی خدمات نے مسلمانوں کے ایمان و ایقان کے تحفظ اور عروج و ترقی کی راہیں ہموار کیں۔

استحضارِ علمی: امام احمد رضا محدث بریلوی، علم و فن کا بحرِ عمیق۔ جس میں غواصی کی جائے تو تہ نہ ملے۔ یہ

اللہ عزوجل کا انعام واکرام ہے۔ آپ کے استحضارِ علمی کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ آج عالمی یونی ورسٹیوں میں آپ کے علوم وفنون حیات وخدمات دینی وفقہی بصیرت پر تحقیق کی جارہی ہے جب کہ علوم وفنون کے اس مرجع نے نہ تو کسی کالج ویونیورسٹی میں پڑھا نہ کسی ماہرِ فن کے حضور زانوئے تلمیذ تہہ کیا۔ جو پڑھا دین کا علم پڑھا۔ جملہ درسیات کی تکمیل اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں بریلوی سے گھر پر کی۔ اپنے دورِ طالب علمی کے احوال بقلم محدث بریلوی ملاحظہ فرمائیں اور آپ کی استعدادِ علمی کی داد دیں:

''بچپن میں استاذ محترم نے ''علم الفرائض'' میں وارثوں کے حصے اور ان کی تقسیم کا طریقہ بتایا تھا وہ بھی زبان مبارک سے، کتاب کے بغیر، صرف ایک گھڑی کے اندر اور حساب کے صرف چار قاعدے سکھائے تھے:

۱۔ جمع ۲۔ تفریق ۳۔ ضرب ۴۔ تقسیم

ان قاعدوں کی تعلیم اس لیے دی تھی کہ علمِ فرائض میں جو علومِ دینیہ کا نصف ہے ان کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اور علمِ ہیئت سے شرح چغمینی کے چند اوراق دائرۃ الارتفاع تک پڑھائے تھے۔ اور علمِ ہندسہ سے نصیر طوسی کی تحریر اقلیدس کی صرف شکلِ اوّل کی تعلیم دی تھی۔ میں نے جب سیدی والد (قدس الواجد سرہ الماجد) سے شکلِ اوّل تک پڑھا تو خدا معلوم انہوں نے مجھ میں کیا دیکھا کہ زیادہ پڑھنے سے روک دیا اور فرمایا اس میں اپنا وقت ضائع نہ کر تو اپنی فکر اور ذہن کے ذریعہ خود ہی اس سب کو حل کرلے گا۔ اپنے آپ کو صرف علومِ دینیہ کی تحصیل وتکمیل میں مشغول رکھ۔ میں نے ان کے اس ارشادِ گرامی کی برکت اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کی ہے۔ سب تعریفیں دن رات کے اندر صرف اللہ تبارک شانہٗ کو ہیں۔ اور علمِ تکسیر سے مثلث ومربع کے بعض طرق سکھائے۔ ازاں بعد فقیر نے قدرت والے رب کی مدد سے ان تمام علوم وفنون میں غواصی کی اور ان کے دقائق آسان کرکے ان کے اصحاب کو سکھائے اور ان کی کتابیں پوری چھان بین اور تنقید کے ساتھ پڑھائیں۔'' [۳]

مذکورہ سطور کے مطالعہ سے محدث بریلوی کے حزم واحتیاط، حکمت وتدبر اور علومِ دینیہ کی اہمیت وافادیت نیز تفننِ طبع کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے اور آپ کی علمی بصیرت کا درخشاں پہلو اجاگر ہوتا ہے۔

مسلمانوں کا تعلیمی انحطاط اور اخلاقی زوال اور مسلم معاشرے پر مغربی تمدن کے اثرات، فحاشی وعریانیت کی یلغار پوشیدہ نہیں۔ محدث بریلوی چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی زندگی اسلام کے سانچے میں ڈھل جائے اور اس کا اظہار کردار وگفتار، افکار واطوار اور افعال سے ہو۔ آپ تعلیم وتعلم، درس وتدریس کے نشیب وفراز سے واقف اور علمی وفنی نزاکتوں سے آگاہ تھے اور نصاب کے لوازمات سے باخبر۔ ۷۰ سے زائد قدیم وجدید علوم وفنون کے ماہر اور لگ بھگ ایک ہزار کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ کے تعلیمی نظریات قوم کی تعمیر وترقی اور فلاح واصلاح کے ضامن ہیں اور صحت مند مسلم معاشرے کی تشکیل میں معاون ہیں۔

فضیلتِ علم: امام احمد رضا محدث بریلوی علم کی فضیلت سے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ''مصطفیٰ ﷺ جنہوں نے علم وعلما کے فضائلِ عالیہ ارشاد فرمائے۔ انہیں کی حدیث میں وارد ہے کہ علما وارث انبیا کے ہیں، انبیا نے درم ودینار ترکہ میں نہ چھوڑا علم اپنا ورثہ چھوڑا ہے۔ جس نے علم پایا اس نے بڑا حصہ پایا۔'' [۴]

فرض عین علم: علامہ محمد عبدالمبین نعمانی تحریر فرماتے ہیں: ''آج کل علم کا بڑا چرچا ہے، تعلیم کو کافی فروغ بھی مل رہا ہے۔ تعلیم کی اہمیت وفضیلت پر تقریر وتحریر کے ذریعے زوردار انداز سے روشنی بھی ڈالی جارہی ہے۔ ''علم سیکھنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے'' اس کا بھی بار بار ذکر کیا جاتا ہے۔ لیکن افسوس کہ اس علم سے کون سا علم مراد ہے اس کی تعیین میں بہت من مانی سے کام لیا جاتا ہے جو جس علم کی اہمیت زیادہ سمجھتا ہے اس پر اس حدیث کو فٹ کرتا نظر آتا ہے بلکہ دیکھا یہ جاتا ہے کہ دنیاوی علم کے دلدادہ اور فرنگی تہذیب کے شیدا حضرات اس حدیث کو بہت زیادہ پڑھتے اور سناتے اور اس کے ذریعہ دنیاوی علم کی طرف رغبت دلاتے ہیں۔ دنیاوی علوم حاصل کرنا صنعت وحرفت اور سائنس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا منع نہیں۔ اسلام اور علمائے اسلام نے ان سے کبھی منع نہیں کیا۔ البتہ اس بات کا غلط پروپیگنڈہ خوب کیا گیا۔ کسی چیز کا جائز ہونا اور بات ہے اور اس کی فرضیت چیزے دگر۔'' ۵

فرض عین علم صرف ''علمِ دین'' ہے۔ رہی بات دیگر علوم کی اس تعلق سے محدث بریلوی نے قدرے وضاحت فرمائی ہے اور ان علوم کی تعلیم سے متعلق اسلامی احکام واضح کیے ہیں۔ جن کی بابت اس مقالے میں گفتگو ہوگی۔ محدث بریلوی رقم طراز ہیں: ''فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ۔ قرآن وحدیث سے صدہا دلائل اس معنی پر قائم کرسکتا ہے کہ مصداقِ فضائل (علم) صرف علومِ دینیہ ہیں وبس۔'' ۶

دنیا! بندۂ مومن کے لیے آخرت کی کھیتی ہے۔ ایک مسلمان کے لیے دنیا، دین سے جدا نہیں اور علمِ دین کے ثمرات دنیا تو دنیا آخرت میں بھی ظاہر ہوں گے۔ بایں سبب علمِ دین کا سیکھنا فرض قرار دیا گیا پھر دیگر علوم کی تعلیم بقدر ضرورت لی جاسکتی ہے۔

دین کا علم حاصل کیے بغیر دیگر علوم جغرافیہ، تاریخ وغیرہ میں وقت لگانا جائز نہیں اس لحاظ سے محدث بریلوی رقم طراز ہیں: ''علم دین سیکھنا اس قدر کہ مذہب حق سے آگاہ ہو، وضو، غسل، نماز، روزے وغیرہا ضروریاتِ کے احکام سے مطلع ہو۔ تاجر تجارت، مزارع زراعت، اجیر اجارت، غرض ہر شخص جس حالت میں ہے اس کے متعلق احکامِ شریعت سے واقف ہو، فرض عین ہے جب تک یہ حاصل کرے، جغرافیہ، تاریخ وغیرہ میں وقت ضائع کرنا جائز نہیں۔'' ۷

غرضیکہ علم وہی ہے جس سے معرفتِ الٰہی عزوجل حاصل ہو اور سرکار اقدس سید عالم ﷺ کی ذاتِ بابرکت کی پہچان ہو۔

فرضِ کفایہ علم: امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں: ''ان ضروریات (فرض عین علم) سے فراغ کے بعد پورا علم دین فقہ، حدیث، تفسیر، عربی زبان، اُس کی صرف، نحو، معانی، بیان، لغت، ادب وغیرہا آلات علومِ دینیہ بطور آلات سیکھنا سکھانا فرضِ کفایہ ہے۔'' ۸

مباح علم: محدث بریلوی بعض فنون کا ذکر مباح کام کے زمرے میں کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''ہاں جو شخص ضروریاتِ دین مذکورہ سے فراغت پاکر اقلیدس، حساب، مساحت، جغرافیہ وغیرہا وہ فنون پڑھے جن میں کوئی امر مخالف شرعی نہیں تو ایک مباح کام ہوگا جب کہ اس کے سبب کسی واجب شرعی میں خلل نہ پڑے ورنہ۔

مبادا دل آں فرومایہ شاد   از بہر دنیا دہد دیں بباد'' ۹

علومِ عقلیہ: امام احمد رضا محدث بریلوی فکرِ صحیح کے مالک تھے۔ آپ کا معیار وہی تھا جو قرآن وسنت نے دیا لہٰذا اس

کسوٹی پر جسے کھرا پایا اسے قبول کیا اور جسے برخلاف اسے پامال کر دیا اور اس سے قوم کو بچنے کی تلقین و تنبیہ فرمائی۔ علومِ عقلیہ (مثلاً سائنس، جغرافیہ، ہیئت، ریاضی وغیرہ) سے متعلق متوازن فکر دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''تو مطلقاً علوم عقلیہ کے تعلیم و تعلم کو ناجائز بتانا یہاں تک کہ بعض مسائل صحیحہ مفیدہ عقلیہ پر اشتمال کے باعث توضیح و تلویح جیسے کتب جلیلہ عظیمہ دینیہ کے پڑھانے سے منع کرنا سخت جہالت شدیدہ و سفاہت بعیدہ ہے۔''[۱۰]

دیگر علوم کی تحصیل: محدث بریلوی کے نزدیک دین کا علم سیکھنا ہی سب سے اہم و افضل ہے۔ اگر دیگر علوم کو دین کی بنیادوں پر سیکھا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ ایک مقام پر منطق کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: ''نفس منطق ایک علم آلی و خادم علم اعلی الاعالی ہے اس کے اصل مسائل یعنی مباحث کلیات خمسہ و قول شارح و تقاسیم قضایا و تناقض و عکوس و ضاعات خمس کے تعلم میں اصلاً حرج شرعی نہیں، نہ یہ مسائل شرع مطہر سے کچھ مخالفت رکھیں۔''[۱۱]

یہ نا روا ہے کہ علمِ دین کے سوا دیگر علوم میں منہمک ہو رہے اور ان میں اپنے اوقات صرف کر دے۔ چاہیے کہ دیگر علوم و فنون کو دین کی بنیادوں پر اور اس کے اصولوں کی روشنی میں سیکھا جائے۔ دینی ضرورت کے تحت یا مسائل شرع میں جو علوم معاون ہوں ان کا حاصل کرنا محمود ہے۔ محدث بریلوی کے مطابق:

''خصوصاً علمِ طب کا مفید و محمود و محتاج الیہ ہونا تو ظاہر یونہی فرائض کے لیے ضروری حساب اور ہمیں معرفت صحیحہ اوقات طلوع فجر کاذب و صادق و شمس و ضحوۂ کبریٰ و استواو ظلِ ثانی غایۃ الارتفاع و مثل اول و ثانی و غروب شمس و شفق احمر و ابیض کہ نماز و سحری و افطار وغیرہا امور دینیہ و مسائل شرعیہ میں ان کی سخت حاجت عامہ کو بروجہ تحقیق بقدر قدرت بشری بے علم زیجات یا آلاتِ رصدیہ نا متصور ان کی ناواقفی سے بہت لوگ سخت غلطیوں میں مبتلا رہتے ہیں۔''[۱۲]

جو علوم کسی نہ کسی طرح مفید و کار آمد ہیں ایسے علوم کو بقدر ضرورت حاصل کرنے کی اجازت ہے لیکن اسی میں مشغول ہو رہنا وقت کو ضائع کرنا ہے۔ محدث بریلوی کا یہ ارشاد جہاں بلاغت کا مرقع ہے وہیں فکر انگیز اور سینکڑوں صفحات پر بھاری ہے۔ محدث بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

''ہاں علمِ آلی سے بقدر آلیت اشتغال چاہیے اس میں منہمک ہو جانے والا سفینہ جاہل اور مقاصد اصلیہ سے محروم و غافل ہے، اسی طرح بہت اجزائے حکمت مثل ریاضی، ہندسہ و حساب و جبر و مقابلہ و ارثماطیقی و سیاحت و مرایا و مناظر و جر ثقیل و علمِ مثلث کروی و مثلث مسطح و سیاستِ مدن و تدبیر منزل و مکائد حروب و فراست و طب و تشریح و بیطرہ و بیزرہ و علم زیجات و اسطرلاب و آلاتِ رصدیہ و مواقیت و معادن و نباتات و حیوانات و کائنات الجو و جغرافیہ وغیرہا بھی شریعتِ مطہرہ سے مضادت نہیں رکھتے بلکہ ان میں بعض بلا واسطہ بعض بالواسطہ امور دینیہ میں نافع و معین اور بعض دیگر دنیا میں بکار آمد ہیں اگرچہ مقاصدِ اصلیہ کے سوا حاجت سے زیادہ کسی شے میں توغل فضولی و بیہودگی ہے۔''[۱۳]

ایک اور مقام پر محدث بریلوی ارشاد فرماتے ہیں: ''ان (علوم دینیہ) کے سوا کوئی علم شرع کے نزدیک علم، نہ آیات و احادیث میں وارد، اگرچہ عرف ناس میں یا باعتبار لغت اُسے علم کہا کریں، ہاں آلات و وسائل کے لیے حکم مقصود کا ہوتا ہے مگر اُسی وقت تک کہ وہ بقدر توسل و تقصد توسل سیکھے جائیں اس طور پر وہ بھی سو و فضائل ہیں۔''[۱۴]

علومِ اسلامیہ کے سوا دیگر علوم کی تحصیل میں محدث بریلوی کے مذکورہ ضابطے کی روشنی میں ہم درج ذیل نتائج

اخذ کر سکتے ہیں:

(۱) وہ علوم جو علوم دینیہ کی سمجھ کے لیے ذریعہ ہوں مثل منطق، ریاضی، ہیئت وغیرہ ان کے حصول میں کوئی قباحت نہیں۔

(۲) بعض وہ علوم جو دین کے امور میں فیصلے کے صدور میں معاونت کرتے ہیں اور انہیں حاصل نہ کرنے پر غلطیوں کا احتمال ہو ایسے علوم کا حاصل کرنا محمود ہے۔

(۳) دین کے علم کے سوا دیگر علوم کا ہی ہو رہنا غفلت ہے اور تضیع اوقات۔

ممنوعہ علوم: دین و دنیا میں جن علوم کے مضرات ظاہر ہوں، جو عقاید کو تباہ اور اعمال کو برباد کر دیں، ایمان و ایقان کو متزلزل اور فکر کو مضمحل کر دیں ایسے علوم کا حصول ناروا اور نقصان دہ ہے اس لحاظ سے محدث بریلوی کے چند ارشادات ملاحظہ کریں:

(۱) فلسفہ کی مذمت: ''اور فلسفہ تو حرام و مضر اسلام ہے، اس میں منہمک رہنے والا اجہل جاہل، اجہل بلکہ اس سے زائد کا مستحق ہے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، ہیہات ہیہات اُسے علم سے کیا مناسبت، علم وہ ہے جو مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترکہ ہے، نہ وہ جو کفار یونان کا پس خوردہ۔'' ۱۵

(۲) باطل نظریات کی تردید: علوم وفنون مسلمانوں کی میراث، انھیں مسلمانوں نے سنوارا اور عام کیا بعد کو یہود و نصاریٰ نے ان پر قبضہ جمایا اور پھر عقاید باطلہ کی آمیزش کے ساتھ علوم کو مشتہر کیا اور اسلامی عقاید پر رکیک حملے کیے۔

محدث بریلوی باطل افکار و خیالات سے متعلق یہ فیصلہ صادر فرماتے ہیں:

''ہاں اکثر طبیعات و عامہ الٰہیات فلاسفہ مخذولین صدہا کفر صریح و شرک جلی پر مشتمل مثلاً زمان و حرکت و افلاک ہیولی و صورتِ جرمیہ و نوعیہ و بسیطات ذانواع موالید و نفوس کا قدم اور خالقیت عقول مفارقہ و انکار فاعل مختار و علم جزئیات و حشر اجساد و جنت و نار و احالہ خرق افلاک و اعادۂ معدوم و صدور کثیر عن الواحد وغیر ہا اور ان کے سوا اور اجزاوفروع فلسفہ بھی کفریاتِ صریحہ و محرماتِ قبیحہ سے مملو ہیں۔'' ۱۶

یہود و نصاریٰ نے علومِ جدیدہ، سائنس و فلسفہ کے توسط سے اسلام پر حملے کیے۔ محدث بریلوی نے ان کا بروقت جواب دیا اور ان کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ ۱۹۱۹ء میں امریکی میٹرولوجسٹ البرٹ. ایف. پورٹا کی باطل پیشین گوئی کے رد میں ''معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین'' کی تصنیف اسی سلسلے کی کڑی ہے اس کا انگریزی ترجمہ نگار معرفانی نے The Revolving sun and the static earth کے نام سے کیا ہے اور ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے اس کی اشاعت کی ہے۔ اردو میں رضا اکیڈمی ممبئی سے اشاعت ہو چکی ہے۔

یوں ہی حرکتِ زمین اور فلاسفہ کے نظریاتِ باطلہ (قدیم و جدید) کے رد میں محدث بریلوی کی درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کیا جانا چاہیے:

(۱) نزولِ آیاتِ فرقان، بسکون زمین و آسمان (مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی و ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی)

(۲) فوزِ مبین در ردِ حرکتِ زمین (مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

(۳) الکلمۃ الملہمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ (مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

(۴) مقامع الحدید علیٰ خد المنطق الجدید (مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارکپور و رضا اکیڈمی ممبئی)

"فوزِ مبین" کا انگریزی ترجمہ ۲۰۰۵ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا نے شائع کیا ہے اور مترجم ہیں عبدالحمید مہاسکر۔ بعنوان: "A Fair Success refuting Motion of earth"

استاذ کا مقام: نصاب اور مواد کا افادہ جبھی ظاہر ہوتا ہے جب کہ اس کا تعلم درست ہو اور اس کے لیے استاذ (معلم) کا کردار کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ سلیم اللہ جندران کے مطابق: "تدریسی مواد کتنا ہی اعلیٰ، معیاری، دلکش کیوں نہ ہو اگر اسے پیش کرنے والے استاذ کا طریقۂ تدریس موزوں، درست اور موجودہ حالات کے تقاضوں کے مطابق نہ ہو تو وہی مواد حقیقی مقاصد کے حصول کی بجائے بوریت اور بیزاری کا سبب بنتا ہے۔" ۱۷

الغرض تعلیم، تدریس و تربیت کے لیے استاذ کا رول مرکزی ہوتا ہے۔ اس رو سے استاذ کی اہمیت کو محدث بریلوی کے اس ارشاد کی روشنی میں بخوبی سمجھا جا سکتا ہے:

"پیر و استاذِ علم دین کا مرتبہ ماں باپ سے زیادہ ہے وہ مربی بدن ہیں یہ مربی روح، جو نسبت روح کو بدن سے ہے وہی نسبت استاد و پیر سے ماں باپ کو ہے۔" ۱۸

استاذ کیسا ہو: قانون سے انحراف نہیں کیا جا سکتا۔ شریعت، اسلام کا قانون ہے۔ ہر مسلمان پر ہر آن اس کی پاس داری ضروری ہے۔ استاذ و شاگرد بھی امورِ شرع کا التزام کریں۔ شریعت میں استاذ کا احترام سکھایا گیا ہے لیکن اس کے احکام کا اطلاق غیر شرعی باتوں میں نہیں ہو سکتا۔ محدث بریلوی کے بقول:

"عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاد علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ہاں اگر وہ کسی خلاف شرع بات کا حکم کرے ہرگز نہ مانے کہ لا طاعة لاحد فی معصية الله تعالیٰ" ۱۹

حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ یہ علم (یعنی قرآن و حدیث کو جاننا) دین ہے لہٰذا تم دیکھ لو کہ اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو۔ ۲۰

تعلیم و تعلم کے چند شرائط: تعلیم و تدریس کا انحصار استاذ پر ہوتا ہے اس کے لیے فرش و فروش اور عمارت کی وہ ضرورت نہیں جو استاذ کی ہے۔ تعلیم و تعلم میں جو شرائط استاذ پر عائد ہوتی ہیں اس بارے محدث بریلوی کے پیش کردہ سات نکات بالترتیب پیش کیے جاتے ہیں:

اولاً: انہماک فلسفیات و توغل مزخرفات نے معلم کے نورِ قلب کو منطفی اور سلامت عقل کو منتفی نہ کر دیا ہو کہ ایسے شخص پر خود ان علوم ملعونہ سے یک لخت دامن کشی فرض اور اس کی تعلیم سے ضررِ راشد کی توقع۔

ثانیاً: وہ عقاید حقہ اسلامیہ سنیہ سے بروجہ کمال واقف و ماہر اور اثباتِ حق و ازہاق باطل پر بعونہ تعالیٰ قادر ہو ورنہ قلوب طلبہ کا تحفظ نہ کر سکے گا۔

ثالثاً: وہ اپنی اس قدر کو بالتزام تام ہر سبق کے ایسے محل و مقام پر استعمال بھی کرتا ہے ہرگز کسی مسئلہ باطلہ پر آگے نہ چلنے دے جب تک اُس کا بطلان متعلم کے ذہن نشین نہ کر دے۔ غرض اس کی تعلیم کا رنگ وہ ہو جو حضرت بحر العلوم قدس سرہ الشریف کی تصانیفِ شریفہ کا۔

رابعاً: معلم کو قبل تعلیم خوب جانچ لے کہ پورا سُنّی صحیح العقیدہ ہے اور اُس کے قلب میں فلسفۂ ملعونہ کی عظمت وقعت متمکن نہیں۔

خامساً: اس کا ذہن بھی سلیم اور طبع مستقیم دیکھ لے۔ بعض طبائع خواہی نخواہی زیغ کی طرف جاتے ہیں حق بات اُن کے دلوں پر کم اثر کرتی اور جھوٹی جلد پیر جاتی ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ج وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ط (الاعراف:۱۴۶)

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر درستی اور ہدایت کی راہ دیکھیں تو اس پر نہیں چلتے اور اگر گمراہی کی راہ دیکھ لیں تو اس پر چلنے لگتے ہیں)

بالجملہ گمراہ ضال یا مستعد ضلال کو اس کی تعلیم حرام قطعی ہے ع

اے لوری کوئی دیت ہے متوازن ہتھیار

سادساً: معلم و متعلم کی نیت صالحہ ہو نہ اغراض فاسدہ۔

سابعاً: تنہا اُسی پر قانع نہ ہو بلکہ دینیات کے ساتھ اُن کا سبق ہو کہ اس کی ظلمت اس کے نور سے متجلی ہوتی رہے ان شرائط کے لحاظ کے ساتھ بعونہٖ تعالیٰ اس کے ضرر سے تحفظ رہے گا۔ اور اس تعلیم و تعلم سے انتفاع متوقع ہوگا۔ [۲۱]

موجودہ دور آرائش و نمائش کا ہے۔ جہاں چکا چوند دکھائی دی دل ادھر ہی کھینچے چلے جاتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے مروّج نظامِ تعلیم میں انہیں قدروں کا التزام تھا۔ ظاہری سج دھج کے ساتھ ہی مال و اموال کے ذرائع بھی اس میں شامل کیے گئے اور ان علوم کو وجہِ افتخار و باعثِ عزت گردانا گیا۔ حالاں کہ اصل علم وہی ہے جو دین کا ہے۔ جو معرفتِ الٰہی عزوجل کا ذریعہ اور بارگاہ سید عالم ﷺ سے نسبت کا سبب ہے۔ محدث بریلوی نے مذکورہ نکات میں یہی فکر دی ہے کہ قلب و نظر میں ایمان کا نور رچا بسا رہے۔ آج اگر ان تجاویز کی روشنی میں تعلیم دی جائے تو ہمارے اساتذہ و مدرسین، طلبہ و متعلمین عمدہ نتائج سے ہم کنار ہو سکیں گے۔ اور قوم کا تعلیمی پہلو جو ہنوز پستی کا شکار اور بتدریج تنزل پذیر ہے وہ تابندہ ہو جائے گا۔

حوالہ جات

۱ الرحمٰن: ۱۔۲، کنز الایمان، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی ۲ النحل: ۴۳، کنز الایمان، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی

۳ احمد رضا بریلوی، امام، الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، مشمولہ رسائل رضویہ، مطبوعہ ادارہ اشاعتِ تصنیفاتِ رضا بریلی، اردو ترجمہ علامہ محمد احسان الحق قادری، ص ۲۶۱۔۲۶۳ ۴ محمد عبدالمبین نعمانی قادری، علامہ، علم دین و دنیا، مطبوعہ رضا اکیڈمی مالیگاؤں، ص ۶

۵ ایضاً، ص ۱ ۶ ایضاً، ص ۷

۷ احمد رضا بریلوی، امام، فتاویٰ رضویہ (جدید) مطبوعہ مرکز اہلسنت برکاتِ رضا پور بندر گجرات ۲۰۰۳ء، ج ۲۳، ص ۶۴۷

۸ ایضاً، ص ۶۴۸ ۹ ایضاً ۱۰ ایضاً، ص ۶۳۴ ۱۱ ایضاً، ص ۶۲۶

۱۲ ایضاً، ص ۶۳۳ ۱۳ ایضاً، ص ۶۳۲ ۱۴ ایضاً، ص ۶۲۸ ۱۵ ایضاً

۱۶ ایضاً، ص ۶۳۴ ۱۷ سلیم اللہ جندران، امام احمد رضا خاں کا طریقۂ تدریس، مشمولہ معارفِ رضا سالنامہ ۲۰۰۴ء کراچی، ص ۱۲۷

۱۸ احمد رضا بریلوی، امام، فتاویٰ رضویہ (جدید) مطبوعہ مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات ۲۰۰۳ء، ج ۲۳، ص ۷۰۱

۱۹ ایضاً، ص ۶۳۸ ۲۰ جلال الدین احمد امجدی، مفتی، انوار الحدیث، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۶ء، ص ۱۱۱، بحوالہ مسلم و مشکوٰۃ

۲۱ احمد رضا بریلوی، امام، فتاویٰ رضویہ (جدید) مطبوعہ مرکز اہلسنت برکاتِ رضا پور بندر گجرات، ۲۰۰۳ء، ج ۲۳، ص ۶۳۵

حضور مفتی اعظم
اور اُن کی تعلیمات

مرتب:

غلام مصطفےٰ رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

غلام مصطفےٰ رضوی زید مجدہٗ کا مقالہ ''حضور مفتی اعظم اور ان کی تعلیمات'' (مطبوعہ یادگار رضا، مفتی اعظم نمبر ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء، ص ۱۱۷۔۱۳۱) جس کا اصل محرک علامہ عبدالمبین نعمانی کا مقالہ (مطبوعہ یادگار رضا ۲۰۰۵ء) ہے۔ مفتی اعظم کی تعلیمات کی ایک جھلک ہے۔ جس میں شان الوھیت، بیت اللہ کے تقدس، قرآن کریم کی حقانیت، قوانین قرآن کی صداقت، پاکیزہ تعلیمات اور بہترین اصولوں کی وجہ سے اسلام کی اشاعت، محافل ذکر پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آداب کی رعایت، دین پر استقامت، شریعت کی پابندی، نماز کی مواظبت، مسلمانوں کی تکفیر سے احتراز، بدمذھبوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت، نوزائیدہ فتنوں کے خلاف کامیاب جدوجہد، تقسیم ھند کے باوجود ھنود سے وداد و اتحاد کی مخالفت، کفریہ شعائر اپنانے، غیر محرم سے بے پردگی، مزامیر کے ساتھ قوالی، تصویر کشی اور نس بندی کی حرمت، الغرض مفتی اعظم کی مساعی جمیلہ اور تعلیمات ہمہ گیر ہیں، وہ صاحب شریعت وطریقت تھے، وہ صاحب استقامت تھے، ان کی شخصیت بلند ہے...... بہت بلند...... وہ ہمارے درمیان نہیں مگر ان کی تعلیمات ہمارے لیے روشنی کا ایسا مینار ہے، جس سے دور و نزدیک سب فیض پاتے رہیں گے...... مولیٰ تعالیٰ غلام مصطفےٰ رضوی زید مجدہٗ کو اجر عظیم عطا فرمائے کہ انھوں نے مفتی اعظم کی تعلیمات کی جھلک دکھا کر اندھیرے میں اجالا کر دیا......

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

۲۵ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ — کراچی

۲۲ / جون ۲۰۰۶ء — اسلامی جمہوریہ پاکستان

حضور مفتی اعظم اور ان کی تعلیمات

حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا نوری بریلوی (م ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) مدبر و فقیہ اور عظیم قائد و رہنما تھے۔ آپ کی علمی جلالت، فقہی بصیرت اور بلندیٔ اخلاق کا شہرہ آفاق کی بلندیوں کو چھو چکا ہے۔ آپ مختلف علوم و فنون میں مہارت تامہ کے ساتھ ہی فن افتا میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ افتا نویسی میں آپ کے خاندان کا ایک وصف رہا ہے۔ فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

> "مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہ نے اس گھر میں آنکھ کھولی جو تقریباً ڈیڑھ سو سال سے فقہ اور فتاویٰ کا عظیم مرکز رہا کہ آپ کے والد گرامی اعلیٰ حضرت کے جد امجد امام العلما حضرت علامہ مفتی رضا علی خاں بریلوی قدس سرہ (متوفی ۱۲۸۲ھ) اور آپ کے جد امجد امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی نقی علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۲۹۷ھ) نے صرف یہی نہیں کہ فتویٰ نویسی کا گرانقدر فریضہ انجام دیا بلکہ اپنے اپنے زمانہ کے مفتیان کرام و علماے عظام سے اپنی علمی صلاحیت اور فقہی بصیرت کا لوہا منوا کر مرجع فتاویٰ رہے۔" (۱)

حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ عشق و عرفان کے اس بلند منصب پر فائز تھے جہاں آنکھوں کے حجابات اُٹھ جاتے ہیں اور جلوۂ محبوب کا مشاہدہ نگاہوں کا محور ٹھہرتا ہے۔ محبت سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سرشار تھے اور سنتوں کے عامل، عشق سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں وارفتگی و سرشاری کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت محبوب کی یادوں میں منہمک رہتے۔

جاگ اُٹھی سوئی قسمت اور چمک اٹھا نصیب
جب تصور میں سمایا روے انور یار کا

اپنے سوز دروں، عشق تپاں اور الفت سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اظہار کے لئے نعتیہ شاعری کو ذریعہ بنایا۔ یہ جذبات و احساسات کی لطافت ہے کہ انہیں اشعار کے سانچے میں بخوبی ڈھالا جا سکتا ہے ورنہ ذوق شعری آپ کے مزاج کا حصہ نہیں۔ مگر یہاں حضور سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، خصائص و فضائل، شمائل و پاکیزہ اذکار کی خوشبو ہے جو شعر کے لبادے میں مشامِ جاں کو معطر کر رہی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

میرے دل پر جو کبھی جلوۂ جاناں ہوگا ۔۔۔ لمعۂ نور مرے رُخ سے نمایاں ہوگا

آبلے پاؤں میں پڑ جائیں جو چلتے چلتے
راہِ طیبہ میں چلوں سر سے قدم کی صورت

صفحۂ دل پہ مرے نام نبی کندہ ہو
نقش ہو دل پہ مرے ان کے علم کی صورت

میری آنکھوں میرے سر پر میرے دل پر میرے جگر پر
پائے اقدس رکھ دو شاہا صلی اللہ علیک وسلم

آب بحر عشق جاناں سینہ میں ہے موجزن
کون کہتا ہے ہمیں آب بقا ملتا نہیں

مئے محبت محبوب سے یہ ہیں سر سبز
بھری ہوئی ہے شراب طہور آنکھوں میں

کھلے ہیں دیدۂ عشاق خواب مرگ میں بھی
کہ اس نگار کا ہے انتظار آنکھوں میں

خدا ایک پر ہو تو اک پر محمد ﷺ
اگر قلب اپنا دو پارہ کروں میں

چمک جائے دل نوری تمہارے پاک جلووں سے
مٹا دو ظلمتیں دل کی مرے نور الھدیٰ تم ہو

حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا نوری بریلوی کی شاعری میں مضمون آفرینی کے جلوے بھی ہیں اور محاوروں کا حسین امتزاج بھی، اور تنوع الفاظ کا انتخاب بھی۔ سہل پسندی اور سادگی کلام کا وصف ہے۔ فکری وسعت اور خیالات کی بلندی کے ساتھ عقائد کا برملا اظہار آپ کے کلام کو دوسروں سے ممتاز کر دیتا ہے۔ کلام کی ادبی خوبیوں پر روشنی کوئی ادب شناس ہی ڈال سکتا ہے۔ نئی تراکیب کا استعمال بھی آپ کے کلام میں نمایاں ہے جس پر آپ کا دیوان "سامان بخشش" لائق مطالعہ ہے۔ ایک شعر ملاحظہ فرمائیں ؎

صبح روشن کی سیہ بختی سے اب شام ہوئی
کب قمر نوردہ شام غریباں ہوگا

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی دینی و علمی خدمات کا دائرہ کافی وسیع ہے۔ آپ کے فتاویٰ میں فقہی تحقیق کے تمام جزئیات ملتے ہیں۔ مسائل کے ضمن میں دلائل و براہین سے استنباط کی جھلکیاں آپ کے فتاویٰ "المکرمۃ النبویۃ فی الفتاوی المصطفویۃ" (۱۳۲۹ھ) میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

دین پر استقامت اور تفقہ کے لئے آپ کی ذات بے مثل اور نمونہ عمل ہے۔ آپ کی تعلیمات قرآن مقدس، احادیث مبارکہ اور مشاہیر فقہا و محدثین کے اقوال کی ترجمانی کرتی ہیں۔ ساتھ ہی امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بدعات و منکرات کے خاتمہ کے لئے تحریک اصلاح سے مستفیض و مستفید ہیں۔ ہم آپ کی ہمہ پہلو شخصیت کے دیگر گوشوں سے صرف نظر آپ کے ارشادات و پیغامات اور عقائد و اعمال اور کردار کی اصلاح و تربیت کے تعلق سے جو گوشے ہیں ان پر اجمالی روشنی ڈالیں گے۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی حیات طیبہ میں اتباع شریعت کا پہلو سب سے واضح و نمایاں ہے

اور فرائض کی ادائیگی کا یہ عالم کہ اس میں کسی طرح کی کلفت و پریشانی کو خاطر میں نہ لایا۔ رضائے الٰہی عزوجل کے لئے عمر بھر سرگرم رہے۔ شریعت کے احکام پر عمل کا خود بھی اہتمام فرمایا اور دوسروں کو بھی ترغیب و تاکید فرمائی۔ نماز سے متعلق کسی طرح کی سستی کو روانہ رکھا۔ فرائض میں نماز اہم فرض ہے جس کے لئے حضور مفتی اعظم خاص اہتمام فرماتے اور خشوع و خضوع کا عالم تو بحر العلوم مفتی عبدالمنان صاحب کی زبانی سنئے، وہ لکھتے ہیں:

> ''خشوع و خضوع کا یہ عالم تھا کہ پوری نماز میں آپ کے وجود پر عبودیت کی شان اور بندگی کا جمال طاری رہتا تھا دیکھنے والا دور سے ہی فیصلہ کر لیتا تھا کہ ایک مومن قانت نے اپنے مولیٰ کی رضا جوئی کے لئے اپنے پورے وجود کو عجز و درماندگی اور عرض و التماس کے سانچے میں ڈھال لیا ہے وقوموا اللہ قانتین'' (۲)

زندگی کے آخری ایام میں ضعف و نقاہت کا عالم طاری ہوتا۔ اٹھتے بیٹھتے سہارے کی ضرورت ہوتی لیکن جیسے ہی تکبیر شروع ہوتی ایسے کھڑے ہوجاتے جیسے کوئی تکلیف نہ رہی ہو اور مکمل نماز ادا فرماتے۔ آپ کے خلفا و تلامذہ جنہیں سفر و حضر میں رفاقت میسر رہی ہے وہ دورانِ سفر نماز کی پابندی کے متعلق فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا کہ ٹرین چل پڑی لیکن آپ نے نماز کیلئے پرواہ نہیں کی اور ٹرین آگے جا کر ٹھہر گئی۔ مصائب و آلام نے بھی نماز میں خلل واقع نہ ہونے دیا اور نہ ہی سفر کی صعوبتیں سدِ راہ بنیں۔ حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں مدظلہ العالی فرماتے ہیں: کہ نماز کا وقت قریب آتا تو ادائیگی نماز کے لئے بے چین رہتے۔ (۳) حضور مفتی اعظم قدس سرہ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

> ''حدیث میں نماز کو دین کا ستون فرمایا اور فرمایا کہ جس نے نماز کو قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے نماز چھوڑی اس نے دین کو ڈھا دیا (العیاذ باللہ) دوسری حدیث میں فرمایا کہ جس نے جان کر نماز ترک کی اس نے کفر کیا والعیاذ باللہ دوسروں کو نماز کی تاکید کرنے والا خود نماز چھوڑنے والا اس ایندھن کی طرح ہے جو خود جل رہا ہے اور دوسروں کو فائدہ پہنچا رہا ہے۔'' (۴)

آپ نے پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل حل فرمائے اور نو پید فتنوں کا سدباب کیا جن میں خاکسار تحریک اور اس کے بانی عنایت اللہ مشرقی کا فتنہ سرفہرست ہے۔ اسی طرح شدھی تحریک کا قلع قمع بھی

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی خدمات کا درخشاں وتابندہ باب ہے۔ آپ کی تعلیماتِ منیرہ وضوفشاں سے چند گوشے اور چیدہ چیدہ زاویے پیش کئے جاتے ہیں۔

سجدہ:

دریافت کیا گیا کہ زید کہتا ہے کہ ہندو بتوں کو سجدہ کرتے ہیں اور ہم کعبہ میں جا کر پتھر کو سجدہ کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے فرمایا:

"یہ شخص جلد توبہ کرے۔ کوئی مسلمان کعبہ کو سجدہ نہیں کرتا جہت کعبہ سجدہ خدا کو کرتا ہے۔ کافر بتوں کو سجدہ کرتا ہے۔ ان کی پرستش وبندگی وعبادت کرتا ہے۔ کعبہ جا کر پتھر کو سجدہ کرنا مسلمانوں پر محض افترا ہے جیسے کعبہ سے دور سمت قبلہ سجدہ ہوتا یوں ہی وہاں جا کر عین قبلہ کا استقبال کیا جاتا ہے۔ سجدہ یہاں وہاں سب جگہ خدا ہی کے لئے ہوتا ہے۔" (۵)

قرآن مقدس، کلام الٰہی:

مستشرقین یورپ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صدیوں سے متحرک ہیں اور اسلام کی آفاقیت پر مضطرب، مسلمانوں کے علمی کارناموں کو دیکھتے ہوئے انہوں نے علم وفن سے مرصع ہو کر قرطاس وقلم اور تصنیف وتالیف کو ہتھیار بنایا اور اپنی کتابوں میں قرآن مقدس کو سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصنیف قرار دینے کی کوشش کی جیسا کہ The Hundred کے مصنف مائیکل ایچ ہارٹ نے قرآن مقدس کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کیا ہے۔ اسی نہج پر یورپی مصنفین ومستشرقین کا ایک طبقہ کام کر رہا ہے۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہ فرماتے ہیں:

"قرآن ایسی بے مثل کتاب ہے جس کا مثل کسی سے ممکن نہیں جو ایسی چیز ہو جس کا مثل ممکن نہ ہو وہ خدا ہی کی ہوتی ہے تو آفتاب نصف النہار کی طرح روشن وتاباں کہ قرآن کلام اللہ ہے۔ ہرگز کلام بشر نہیں۔" (۶)

قرآن مبین نے خود فصیحان عرب کو چیلنج کیا تھا:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

"اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے ان خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ" (البقرۃ: ۲۳/ کنز الایمان)

لیکن وہ جو شعر وادب کی زبان میں گفتگو کرتے تھے، جنہیں اپنی فصاحت وبلاغت پر ناز تھا جو زبان داں اور سخن ساز تھے وہ بے زباں ہو گئے۔ اور اعتراف کیا کہ قرآن مقدس اللہ عزوجل کا کلام ہے۔

قرآنی قوانین۔ حتمی قوانین:

قرآن مقدس کے قوانین تغیر و تبدل سے مبرا ہیں۔ اس میں زمانے کی کوئی قید نہیں۔ موجودہ دور میں باطل قوتیں قرآن کی عظمتوں اور اس کے احکامات کے روشن روشن پہلوؤں کو دیکھتے ہوئے ازراہِ حسد و بوجہ عناد قرآن مقدس پر تنقید کر گزرتی ہیں، ان کے فکر و خیال کے حامی ایک ناخواندہ طبقہ کا یہ کہنا ہے کہ قرآن کے قوانین عہد حاضر کا ساتھ نہیں دے سکتے، حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے اسی طرح کے ایک اعتراض کے جواب میں قرآن مقدس کے قوانین کی بابت تحریر فرمایا ہے:

"اعلیٰ سے اعلیٰ عقلا جمع ہو کر جو قوانین وضع کرتے ہیں کبھی فوراً کبھی کچھ دن بعد زمانہ انھیں مجبور کرتا ہے کہ وہ ان میں ترمیم کریں یا منسوخ کر کے نئے قوانین بنائیں۔ مگر قرآنی قوانین ایسے قوانین نہیں جن میں کوئی تبدیلی کوئی تغیر ذرا بھی ترمیم یا کسی تھوڑی سی تنسیخ کی حاجت ہو۔ وہ آج سے تیرہ سو برس پہلے جیسے ضروری تھے ڈیڑھ ہزار برس کے قریب زمانہ گزرتا ہے آج بھی ویسے ہی ضروری ہیں۔ اور تا قیامت ان کی اسی طرح حاجت و ضرورت رہے گی۔ دنیا بھر میں قرآنی قوانین کا شہرہ ہے۔ قرآنی قوانین عالم گیر و ہمہ گیر قوانین ہیں۔ دنیا بھر کے سلاطین انھیں قوانین کی سرکار کے بھکاری ہیں یہ اور بات ہے کہ وہ عناد سے تسلیم نہ کریں یا کسی قرآنی قانون کی من مانتی صورت بنالیں۔ قرآن خدا کا کلام ہونے کے ثبوت میں کسی کے کہنے کا محتاج نہیں کہ دنیا کے معتبر لوگ کہیں کہ یہ کلام خدا ہے تو اس کا کلام کلام خدا ہونا ثابت ہو وہ خود آپ اپنی دلیل ہے۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" (۷)

کلمہ پڑھانے میں تاخیر:

دریافت کیا گیا کہ ایک کافرہ کو زید مسلمان کرنے کی غرض سے غسل کروا کر امام مسجد کی خدمت میں لایا امام نے فرمایا کہ بعد جمعہ مسلمان کروں گا، ...... اس امر پر حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے فرمایا کہ:

"زید اور اس مولوی پر توبہ و تجدید اسلام و تجدید نکاح لازم۔ عورت نے زید سے جس وقت کہا تھا کہ میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں اسی وقت زید پر لازم تھا کہ وہ اسے مسلمان کرتا۔ تفصیل سے تلقین اسلام پر اگر وہ قادر نہ تھا تو کلمہ طیبہ تو پڑھا سکتا تھا۔ اللہ عزوجل کی توحید اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی رسالت کا اقرار تو لے سکتا تھا۔ یہ ایمان مجمل کی تلقین اس کے اسلام کو کافی تھی اتنا کرنے کے بعد پھر عالم کے پاس لے جاتا کہ وہ مفصل تلقین کرتا۔ جتنی دیر اس نے اسے غسل کرایا پھر عالم کے پاس لے گیا اتنی دیر کا اس کے ذمہ رضا بہ بقاء الکفر کا الزام ہے۔ عالم کے پاس جب وہ پہنچی تھی عالم پر فرض تھا کہ فوراً اسے

مسلمان کرتا۔"(۸)

مسلمان کو کافر کہنا:

دریافت کیا گیا کہ مسلمان کو کافر کہنا کیسا ہے؟ تو ارشاد فرمایا:

"مسلمانوں کو کافر کہنا بہت سخت شدید جرم عظیم ہے۔ خود اپنے اوپر بے وجہ کی تکفیر عود کرتی ہے۔"(۹)

اللہ عزوجل کو "خدا" کہنا:

دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا درست ہے یا نہیں؟ تو فرمایا:

"اللہ عزوجل پر ہی خدا کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ اور سلف سے لے کر خلف تک ہر قرن میں تمام مسلمانوں میں بلا نکیر اطلاق ہوتا ہے۔ اور وہ اصل میں خود آ ہے جس کے معنی ہیں وہ جو خود موجود ہو کسی اور کے موجود کیے موجود نہ ہوا ہو۔ اور وہ نہیں مگر اللہ عزوجل ہمارا سچا خدا۔"(۱۰)

اللہ عزوجل کو "اللہ میاں" کہنا:

اس مسئلے میں کہ اللہ عزوجل کو اللہ میاں کہنا درست ہے یا نہیں؟ حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے تحریر فرمایا:

"اللہ تعالیٰ، اللہ عزوجل، اللہ عز جلالہ، اللہ سبحانہ، اللہ عز شانہ، یا جل شانہ وغیرہ کہنا چاہئے۔ عوام میں یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ اس سے انھیں احتراز کرنا چاہئے۔ تفصیل کے لئے احکام شریعت دیکھیں۔ اس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مفصل تحریر فرمایا ہے۔ گناہ نہیں مگر یہ لفظ اس کی جناب میں بولنا برا ہے۔ اس کی شان وعزت کے لائق نہیں۔"(۱۱)

آج کل جاہل تو جاہل اہل علم کہے جانے والے افراد بھی اس میں مبتلا ہیں کہ اللہ عزوجل کو "اللہ میاں" کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ احتیاط برتا جائے اور دینی علوم کو حاصل کرنے کے لئے جستجو کی جائے کہ علم دین ہوگا تو اس طرح کے بے ادبی کے کلمات کا صدور نہ ہوسکے گا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس سلسلے میں کافی احتیاط کی تعلیم دی ہے۔(۱۲)

کفار کے میلوں میں شرکت:

اس مسئلہ میں کہ ہنود کے میلوں میں جہاں مراسم کفریہ وشرکیہ کے علاوہ ہر قسم کے ناچ تماشے اور دیگر لہو ولعب ہوتے ہیں، مسلمانوں کا بحیثیت تماشائی یا بغرض خرید وفروخت شریک ہونا کیسا

ہے؟...... حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے تحریر فرمایا:

''ایسے میلوں میں بحیثیت تماشائی جانا حرام حرام اشد حرام بہت اخبث نہایت ہی اشنع کام بحکم فقہائے کرام معاذ اللہ کفر انجام ہے۔ حدیث کا ارشاد ہے من کثر سواد قوم فھو منھم ...

''ان لوگوں پر توبہ تجدید ایمان نکاح لازم۔ جو لوگ تجارت کے لئے جاتے ہیں انھیں مجمع کفار سے علیٰحدہ قیام چاہئے۔ اول تو جانا ہی نہ چاہئے اور جائیں تو وہاں سے دور رہیں اس قدر دور کہ ان سے ان کے مجمع میں اضافہ ہو کر اس کی شوکت نہ ہو۔ ان کی دوکانوں سے اس کی زینت نہ ہو۔ ان کے آگے اعلان کفر نہ ہو۔ مجمع کفار محل لعنت ہے خصوصاً ایسا مجمع جو اظہار و اعلان کفر کا ہو۔ محل لعنت سے یوں بھی تو بچنا ضرور ہے اگر چہ اس وقت اظہار کفر نہ ہو۔ تجارت کے لئے اگر جاتے ہیں مجمع کفار سے بالکل علیٰحدہ جہاں سے ان کی کفری باتیں دیکھ سن نہ سکیں راہ میں رہیں مقصد تجارت یوں بھی حاصل ہوگا اگر وہ لوگ خدیدنا چاہیں گے راہ میں خریدیں گے نہ خریدنا چاہیں گے وہاں بھی نہ خریدیں گے۔ آج کل تو یہ نری ہوس خام ہے۔'' (۱۳)

مشرکین سے اتحاد و وداد:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور حضور مفتی اعظم کے عہد میں ہنود سے اتحاد کے نام پر بساط سیاست پر بہت سی تحریکیں نمودار ہو چکی تھیں اور مسلمانوں کو گمراہی کے عمیق گڑھے میں لے جانا چاہتی تھیں۔ اس نام نہاد اتحاد میں زر پرست مولوی بھی شامل تھے۔ جو ایک طرف تو عظمت خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں لب کشائی کی جسارت کر رہے تھے اور دوسری طرف مشرکین سے مل کر متحدہ محاذ بنانے میں مصروف تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور حضور مفتی اعظم نے اس فتنے کے تار و پود بکھیر دیئے۔ سیاست کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کے خلاف ہونے والی اس سازش کو آشکار کر دیا جس پر تفصیلی مطالعہ کے لئے ''فتاویٰ رضویہ'' اور ''فتاویٰ مصطفویہ'' کا مطالعہ فرمائیں۔

امن و امان کی بحالی کے نام پر یہ عام ہو گیا ہے کہ نصاریٰ، ہندو اور مسلم اتحاد منایا جاتا ہے اور اس کے لئے ہندوؤں کی مذہبی تقاریب میں بھی شرکت کو ناروا نہیں سمجھا جاتا۔ دیوالی، ہولی، گنپتی وغیرہ مشرکوں کے تہواروں میں مسلمان بھی شریک ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ اشد حرام ہے اور مختلف صورتوں میں احکام شرع بھی اس کے مطابق نافذ ہوتے ہیں اس حوالے سے حضور مفتی اعظم قدس سرہ کا درج ذیل فتویٰ ضرور اس لائق ہیکہ اس پر سختی سے عمل کیا جائے اور مشرکین سے اتحاد منانے سے پرہیز کیا جائے۔

مولوی عزیز احمد خاں وکیل نے حضور مفتی اعظم کی خدمت میں یہ سوال بھیجا کہ:

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس کے متعلق کہ ایک جلوس راج گدی کا اہل ہنود نکالنا چاہتے ہیں جس میں ہندو اوتاروں کی صورت میں انسان بٹھائے جاتے ہیں اور مجمع عام اہل ہنود کا اس کے ساتھ ہوتا ہے مسلمانوں سے اصرار کیا جاتا ہے کہ وہ بحالی امن اور رشتۂ اتحاد مضبوط کرنے کے لئے اس جلوس کی جلو میں چلیں اگر مسلمان اس جلوس کے ساتھ چلتے ہیں تو لازمی طور پر اس سے راج گدی کے جلوس کی زینت اور شہرت میں اضافہ ہوتا ہے کیا اس حالت میں مسلمان بلا ارتکاب گناہ کیئے ہوئے اس جلوس کی معیت میں چل سکتے ہیں؟ اور اگر نہیں چل سکتے تو گناہ جو ان سے سرزد ہوگا وہ کس درجہ کا ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب: اس کے حرام حرام اشد حرام ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ کفار کے ایسے کاموں کے محض تماشہ کے لئے وہاں چلنا تو حرام ہے۔ نہ کہ رشتۂ اتحاد قائم کرنے کے لئے۔ کفار سے رشتۂ اتحاد کفار ہی کا ہے مسلمان کا کسی کافر سے رشتۂ اتحاد قائم نہیں ہوسکتا۔ اس کا مضبوط کرنا کیسا۔ جو لوگ اس نیت سے شریک ہوئے وہ ضرور کفار سے متحد ہوگئے۔ اسلام سے جدا۔ ایسے امور کفار کے جلوس میں شرکت ہی نہیں اس کے جلوس میں چلنا ان کی تعظیم ہے۔ اور ان کے ایسے امور کی تعظیم سے تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم۔ چاہے یہ تعظیم خود کی ہو یا حکما۔ آج اگر کسی حاکم کا حکم اس کے لئے مان لیا گیا اور اسے حکم کفر سے بچاؤ کی ڈھال سمجھ لیا ہے تو کل بتوں کو سجدہ کا بھی حکم ہوگا اور ایسے بے خرد لوگ جب بھی تعمیل حکم کریں گے اور اسے حکم کفر سے بچاؤ کی ڈھال سمجھیں گے۔" ولا حول ولا قوۃ الا باللہ "(۱۴)

بدمذہب کی اقتدا:

بدمذہب کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے اور اگر اس کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچی ہوئی ہو جیسے آج کل وہابی قادیانی دیوبندی رافضی وغیرہ جب تو اس کے پیچھے نماز باطل محض جیسے کسی یہودی نصرانی ہندو مجوسی کے پیچھے۔ اس سے سلام کلام ربط ضبط اس کے ساتھ کھانا پینا راہ رسم رکھنا سب حرام ہے۔

قال تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین ٥ (۱۵)

نصرانی کیلئے دعاے رحمت:

اس سوال کے جواب میں کہ نصرانی کے لئے دعاے رحمت کرنا اور اسے مرحوم کہنا کیسا ہے؟ حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے ارشاد فرمایا:

"نصرانی یا کسی کافر کو مرحوم کہنا لکھنا حرام حرام سخت اخبث واشنع بدکام ہے اور اس کے

لئے اس کے مرنے کے بعد دعاے رحمت کرنا کرانا تکذیب قرآن ہے۔" (۱۶)

ٹائی باندھنا:

ٹائی کی بابت حضور مفتی اعظم ارشاد فرماتے ہیں:

"ٹائی لگانا اشد حرام ہے وہ شعار کفار بدانجام ہے نہایت بدکام ہے وہ کھلا رد فرمان خداوند ذوالجلال والاکرام ہے۔ ٹائی نصاریٰ کے یہاں ان کے عقیدہ باطلہ میں یادگار ہے حضرت سیدنا مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کے سولی دیے جانے اور سارے نصاریٰ کا فدیہ ہو جانے کی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ ہر نصرانی یوں ٹائی اپنے گلے میں ڈالے رہتا ہے ہر ٹوپ میں نشان صلیب رکھتا ہے جسے کراس مارک کہتا ہے۔ ٹائی کی طرح یہ کراس مارک بھی رد قرآن ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ کہ قرآن فرماتا ہے۔ مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ یہود نے نہ عیسیٰ مسیح کو قتل کیا نہ سولی دی۔" (۱۷)

کفار سے محبت:

حضور مفتی اعظم قدس سرہ فرماتے ہیں:

"کسی کافر سے دلی محبت وموالات جائز نہیں خصوصاً مرتد سے...... کفار سے دلی محبت تو سخت اشد ہے جس پر قرآن عظیم نے فرمایا: انکم اذا مثلهم کفار سے دلی محبت کرنے والا انہیں کے مثل ہے اور فرمایا فلیس من اللہ فی شیئ یعنی اسے خدا سے کوئی علاقہ نہیں۔" (۱۸)

قبر پر اذان:

آج کل بہت سے افراد قبر پر اذان کہنے پر معترض ہوتے ہیں اور اس تعلق سے طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں کہ قبر پر اذان دینا حضور سے یا آپ کے صحابہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے مدلل جواب تحریر فرمایا۔ آپ کے فتویٰ کا صرف ایک اقتباس تحریر کیا جا رہا ہے:

"رہی اذان تو ظاہر ہے کہ وہ ذکر الٰہی وذکر حضرت رسالت پناہی جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور ذکر الٰہی کی نسبت ارشاد ہے۔ واذکروا اللہ عند کل شجر و حجر ہر پیڑ پتھر کے پاس یعنی ہر جگہ ذکر الٰہی کرو۔ تو قبر کے پاس اذان دینا داخل۔ پھر اذان ذکر اللہ ہے اور ذکر الٰہی دافع عذاب بلکہ خاص اذان کا دافع عذاب ہونا حدیث سے ثابت اذان ذکر حبیب علیہ الصلاۃ والسلام پر مشتمل اور ذکر رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعث نزول رحمت۔ اذان دافع وحشت و باعث جمعیت خاطر اور میت پر اس وقت کی وحشت کا کیا پوچھنا والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اذان سے تلقین اتم

حاصل اور میت کو اس وقت تلقین کی حاجت۔ اور تلقین نزد قبر بتصریحات علما مستحب و مستحسن جس طرح ہو۔ حدیث میں ہے ما من شیئی انجی من عذاب اللہ من ذکر اللہ عذاب الٰہی سے نجات دینے والی کوئی شیئ ذکر الٰہی سے زیادہ نہیں۔ حدیث ہی میں فرمایا۔ اذا اذن فی قریۃ امنھا اللہ من عذابہ فی ذٰلک الیوم جس جگہ اذان کہی جاتی ہے وہ جگہ اس دن عذاب الٰہی سے مامون فرمادی جاتی ہے۔ حضور کا ذکر ذکر الٰہی اور ذکر الٰہی بلاشبہ باعث نزول رحمت الٰہی و سکون و راحت قلب قال اللہ تعالیٰ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب "(۱۹)

کیا اسلام تلوار سے پھیلا؟:

اسلام کی حقانیت نے دلوں کو متاثر کیا۔ مادیت کے ماحول میں روحانیت کے متلاشی اسلام کی سمت مائل ہوئے۔ تلاش حق کا سفر طے کرنے والوں نے اسلام قبول کیا اور یہ سلسلہ جاری و ساری ہے جس سے دشمنانِ اسلام میں بوکھلاہٹ طاری ہے۔ اسلام کے بڑھتے ہوئے سیل رواں پر صدیوں سے جاری کاوش کے باوجود بھی وہ بند نہ باندھ سکے نتیجتاً پروپیگنڈے کا سہارا لیا گیا۔ عصر حاضر میں میڈیا کے ذریعہ اسلام کے متعلق جو رائے پھیلائی جا رہی ہے وہ اہل فہم پر مخفی نہیں دہشت گردی، بنیاد پرستی جیسی اصطلاحات بھی مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ ہے اس جھوٹ کو بھی شدت سے عام کیا گیا کہ اسلام کے فروغ میں تلوار کا استعمال ہوا ہے اس مغالطہ کے حوالے سے حضور مفتی اعظم قدس سرہ رقم طراز ہیں:

"اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے اسلام کی روشن و پاک تعلیم اور اس کے بہتر سے بہتر صحیح اصولوں نے عاقلوں کو اس کا بندہ بنایا۔ جو ذرا بھی سمجھ رکھتے تھے اور مرض عناد میں گرفتار نہ تھے انھوں نے بصدق دل نہایت شوق و رغبت سے اس کا کلمہ پڑھا۔ ہاں جو احمق مرض عناد میں گرفتار تھے باوجودیکہ اسلام کی حقانیت ان کے دل پر آشکار ہو چکی تھی جب کسی طرح اسلام کی ضرر رسانی سے باز نہ آئے تو اسلام نے اپنے حلقہ بگوشوں کے ہاتھوں تلوار دی۔ جن کے حق میں اس طریقہ سے ہدایت ہونا تھی اور کسی طرح نہ سمجھ سکتے تھے تو وہ اس ذریعہ سے حق سمجھے کہ اگر یہ مذہب حق نہ ہوتا تو اس کے مٹھی بھر آدمی دنیا بھر کو فتح نہ کر لیتے ان کا عناد یوں تلوار کے گھاٹ اترا اور وہ سچے دل سے اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے۔ اور جن کی حق میں ہدایت نہ تھی وہ یوں بھی نہ مانے اگرچہ دل سے اس کی حقانیت کے معترف ہوئے۔ تو یہ غلط ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا اسلام یقیناً اپنی حقانیت ہی سے پھیلا۔ اس کی مثال نہ ملے گی کہ تلوار کے ڈر سے اسلام قبول کیا ہو تلوار دیکھ کر بھی جس نے اسلام قبول کیا اس نے اسلام کو حق جان کر ہی قبول کیا۔ اسلام کی تلوار ہی اس کے لئے اسلام کی حقانیت کا روشن ثبوت بنی۔" (۲۰)

فیملی پلاننگ اور نس بندی سے متعلق تاریخی فتویٰ:

ایمرجنسی کے دور میں جبکہ بہت سے اصحابِ جبہ و دستار اقتدار کے آگے سرنگوں ہو چکے تھے۔ شریعت کو طبیعت سے بدلنا چاہتے تھے اور احکام شرع میں من مانی رائے شامل کر کے دشمنان اسلام کی بالادستی تسلیم کر چکے تھے۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے شریعت مطہرہ اور اسلامی قوانین کی حفاظت و صیانت فرمائی۔ ظلم و جبر اور اقتدار کو خاطر میں نہ لایا، یہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی تجدیدی خدمات کا ایک روشن باب ہے۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے عہد میں گورنمنٹ نے خاندانی منصوبہ بندی (فیملی پلاننگ) کے تعلق سے نس بندی کو لازمی قرار دیا اس سلسلے میں مسئلہ دریافت کیا گیا تو حضور مفتی اعظم نے جو تاریخی فتویٰ صادر فرمایا اس کا ایک گوشہ ملاحظہ فرمائیں:

''بعون الملک الوہاب، ضبط تولید کے لئے مرد کی نسبندی یا عورت کا آپریشن متعدد وجوہ سے شرعاً ناجائز و حرام ہے اس میں اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلنا ہے اور قرآن و حدیث کی نص سے ناجائز و حرام ہے۔'' (٢١)

آگے قرآن و حدیث اور تفاسیر سے دلائل بھی دیئے ہیں۔ مکمل فتویٰ ''فتاویٰ مصطفویہ'' مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی صفحہ ٥٣٠۔ ٥٣١ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

مرد کو مہندی لگانا:

دولہا کو مہندی لگانا کیسا ہے، اس سوال کے جواب میں فرمایا:

''مرد کو ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا ناجائز ہے۔'' (٢٢)

مرد کے لئے انگوٹھی کی مقدار:

حضور مفتی اعظم قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''سونے کی انگشتری مرد کے لئے جائز نہیں چاندی کی انگشتری ایک نگ کی۔ نگ جس قدر بھی قیمتی ہو ساڑھے چار ماشہ سے کم کی مرد کو پہننی جائز ہے۔'' (٢٣)

میت کا کھانا:

اس سوال پر کہ بعض کہتے ہیں تیجے یعنی سوئم کے چنے چبانے سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے اور میت کی فاتحہ کا کھانا کھانے سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے، ارشاد فرمایا...... غلط ہے۔ ہاں اغنیا کو کھانا نہیں

چاہئے کہ قلب میں اس سے قساوت پیدا ہوتی ہے۔(۲۴)

میت کا کھانا محتاج، مسکین اور غربا کے لیے ہے۔ فی زمانہ یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ اصحاب ثروت بھی میت کے کھانے میں شریک ہو جاتے ہیں اور جن کا اس پر حق ہے انھیں پوچھا نہیں جاتا۔ اس بارے میں توجہ درکار ہے کہ حق حقدار کو ملے۔

پیر سے پردہ:

موجودہ دور میں بہت سے پیر ایسے ملیں گے جو بے پردہ عورتوں کو مرید بناتے ہیں اور عورتیں بھی پردے کا اہتمام نہیں کرتیں۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہ فرماتے ہیں:

''عورت پر غیر محرم سے پردہ فرض ہے۔ پیر استاد محرم نہیں ہوتا محض اجنبی ہے جو بزرگان دین ہیں وہ پردہ کو لازم ہی جانتے ہیں۔ شرعاً اجانب (غیر محرم) سے پردہ لازم۔ ملا علی قاری کی مسلک متقسط میں ہے۔ فرماتے ہیں ستر الوجه عن الا جانب واجب علی المراة جو عورتیں خود بے پردہ پھرتی ہیں ان کو ہدایت کرنا پیر کا کام ہے اگر وہ پردہ نہ کریں خود سامنے آئیں اور ان کی طرف دوسری نگاہ قصدی نہ ڈالی جائے تو اس پر الزام نہیں۔ بزرگان دین عورت کی آواز کو بھی عورت بتاتے ہیں اور اس کی آواز بھی سننا جائز نہیں۔'' (۲۵)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''بیشک پیر مریدہ کا محرم نہیں ہو جاتا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر امت کا پیر کون ہوگا وہ یقیناً ابوالروح ہوتا ہے۔ اگر پیر ہونے سے آدمی محرم ہو جایا کرتا تو چاہئے تھا کہ نبی سے اس کی امت سے کسی عورت کا نکاح نہ ہو سکتا۔'' (۲۶)

سجدۂ تعظیمی اور قوالی مع مزامیر:

سجدۂ تعظیمی اور مزامیر کے ساتھ قوالی کے متعلق حضور مفتی اعظم قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''قوالی مع مزامیر ہمارے نزدیک ضرور حرام و ناجائز و گناہ ہے اور سجدۂ تعظیمی بھی ایسا ہی۔ ان دونوں مسئلوں میں بعض صاحبوں نے اختلاف کیا ہے اگرچہ وہ لائق التفات نہیں۔'' (۲۷)

سوال کیا گیا کہ زید کہتا ہے کہ صوفیوں کو مزامیر کے ساتھ قوالی سننا جائز ہے اور بکر اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی کتاب احکام شریعت حصہ اول کے حوالے سے مزامیر کے ساتھ قوالی کو ہر شخص کے لئے ناجائز کہتا ہے۔ حضور مفتی اعظم نے جواب عنایت فرمایا کہ بکر کا قول صواب وصحیح ہے اور قول زید محض باطل وقبیح وفضیح۔ (۲۸)

غلط روایات کی تردید:

روایاتِ میلاد کے حوالے سے حضور مفتی اعظم قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''وہ لوگ جو من گڑھت موضوعات بکتے ہیں اگر چہ وہ اپنے آپ کو عالم بتائیں ہرگز منبر کے مستحق نہیں نہ وہ ان کی روایاتِ کاذبہ ذکر نہ ان کا سننا جائز...... وہ ذاکرین جو سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن ہوں اور کتب معتبرہ مستندہ سے روایات صحیحہ مقبولہ و معتمدہ پڑھیں وہ علما کے اس وقت نائب ہیں انھیں منبر پر بیٹھانے میں حرج نہیں ذکر پاک کے آداب کے خلاف کوئی امر نہ کرنا چاہئے۔'' (۲۹)

دریافت کیا گیا کہ شہادت نامہ، جنگ نامہ، نور نامہ، داستان امیر حمزہ پڑھنا درست ہے یا نہیں تو حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے فرمایا:

''شہادت نامہ جس میں تمام تر صحیح صحیح روایات ہوں اس کا پڑھنا اچھا ہے جیسے آئینۂ قیامت اور جو غلط و باطل روایات پر مشتمل ہو اس کا پڑھنا سخت برا اور ناجائز ہے۔ جنگ نامہ، نور نامہ دیکھا نہیں وہ اگر غلط روایات پر مشتمل ہوں تو ان کا حکم یہی ہے کہ ان کا پڑھنا جائز نہیں۔ داستان امیر حمزہ از سر تا پا کذب و بہتان افترا و طوفان محض دروغ بے فروغ ہے اور اتنا ہی نہیں چوں کہ اس کا مصنف رافضی تھا اس میں جابجا صحابۂ کرام پر تبرا ہے اس کا پڑھنا حرام حرام ہے۔'' (۳۰)

منت کی چوٹی:

اس مسئلہ میں کہ زید منت مانتا ہے کہ میرا لڑکا آٹھ سال کا ہو گیا تو فلاں بزرگ کا مرغا چڑھاؤں گا اب منت کی تاریخ سے بچے کے سر پر چوٹی رکھتا ہے...... اس پر حضور مفتی اعظم نے ارشاد فرمایا:

''چوٹی لڑکے کے سر پر رکھنا ناجائز ہے۔'' (۳۱)

تصویر کشی:

ایک سوال کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

جاندار کا فوٹو کھینچنا کھنچوانا حرام ہے...... تصویر کشی بے شک ناجائز ہے...... (۳۲)

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی تعلیمات، اصلاحی خدمات اور رد بدعات و منکرات کا موضوع کافی وسیع ہے۔ اگر آپ کی دیگر تصانیف اور فتاویٰ مصطفویہ کے تفصیلی مطالعہ کے بعد موتی چنے جائیں، ان پر تبصرہ اور تجزیہ کیا جائے تو صفحات کے صفحات پر ہو جائیں گے۔ راقم نے صرف بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور عطر کشید کرنے کی کوشش کی ہے۔

علامہ محمد عبدالمبین نعمانی قادری مدظلہ العالی نے راقم کی خواہش پر سالنامہ یادگار رضا ۲۰۰۵ء

لِلّٰہ اپنے حال پر رحم کرو

''ایمان کے حقیقی وواقعی ہونے کودو باتیں ضرور ہیں محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور محمد رسول ﷺ کی محبت کو تمان جہان پر تقدیم تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو جیسے تمہارے ماں باپ، تمہارے استاد، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد، جب وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت ان کی محبت ان ک نام سے نفرت کھاؤ پھر نہ تم اپنے رشتے علاقے ، دوستی الفت کا پاس کرو نہ اس کی مولویت، مشخیت بزرگی فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر جو کچھ تھا محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی غلامی کی بنا پر تھا جب یہ شخص انہیں کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا اس کے جبے عمامے پر کیا جائیں کیا بہترے یہودی جبے نہیں پہنتے عمامے نہیں باندھتے اس کے نام علم وظاہری فضل کو لے کر کیا کریں کیا بہترے پادری بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم وفنون نہیں جانتے اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی اس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی یا اسے ہر برے سے بدتر برانہ جانا اسے برا کہنے پر برا منایا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پراوہی منائی یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو اللہ تمہیں انصاف کرلو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے قرآن وحدیث نے جس پر حصول ایمان کا مدار رکھا اس سے کتنی دور نکل گئے۔

مسلمانو! کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہوگی وہ ان کے بدگو کی وقعت نہیں کر سکے گا اگر چہ اس کا پیر یا استاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو کیا جسے محمد رسول اللہ ﷺ تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت نہ کرے گا اگر چہ اس کا دوست یا برادر یا قسر ہی کیوں نہ ہو۔ للہ اپنے حال پر رحم کرو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(تمہید ایمان صفحہ ۶-۷ مطبوعہ لاہور)